احیائے اسلام اور امنِ عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

اکتوبر 2016ء

اہلِ بیتِ اطہار کی محبت واجب ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

حکمرانوں کے لئے ایک روشن مینار

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عہدِ زریں

شہدائے ماڈل ٹاؤن کے انصاف کیلئے

قصاص اور سالمیتِ پاکستان تحریک

ملک بھر کے 175 سے زائد شہروں میں احتجاجی مظاہرے اور دھرنے

قصاص اور سالمیتِ پاکستان تحریک۔۔۔ملک گیر احتجاجی مظاہرے اور دھرنے

لاہور

گوجرانوالہ

ڈیرہ غازی خان

ملتان

کراچی

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضانِ نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیرِ سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

جلد 30 شمارہ 10 محرم ۱۴۳۸ھ / اکتوبر 2016ء

حسن ترتیب

اداریہ۔ فیصلہ کن کردار ادا کرنے کا وقت!		3
(القرآن) ۔ اہل بیت اطہارؓ کی محبت واجب ہے	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	5
(الفقہ) ۔ قصر نماز کے احکام	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	17
حضرت عمر فاروقؓ کا عہدِ زریں	حافظ احمد جمال ناصر	22
ضروریاتِ دین اور تکفیری رویہ	مفتی مطیع الرحمٰن مظفر رضوی	30
(سلسلہ تعلیم وتربیت) ادارہ کی تشکیل۔ اہمیت وضرورت	صاحبزادہ مسکین فیض الرحمان درانی	37
ملکی حالات وواقعات۔ حقائق کیا ہیں؟	عین الحق بغدادی	43
قصاص اور سالمیتِ پاکستان تحریک		46

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری

ایڈیٹر
محمد یوسف

اسسٹنٹ ایڈیٹر
محمد شعیب بزمی

مجلس مشاورت
صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی، خرم نواز گنڈا پور
احمد نواز انجم، جی ایم ملک
سرفراز احمد خان، منظور حسین قادری
غلام مرتضٰی علوی، نوراللہ صدیقی، فرح ناز

مجلس ادارت
علامہ محمد معراج الاسلام، مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی
پروفیسر محمد نصراللہ معینی، ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری
عکاسی: محمود الاسلام قاضی

قیمت فی شمارہ: 35 روپے
سالانہ خریداری: 350 روپے

بذریعہ ہوائی ڈاک
مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و رہا ستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

www.minhaj.info
www.facebook.com/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس وسالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ/رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)
Phone: UAN:042-111-140-140 Ext:128

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک منہاج القرآن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

باشندگانِ ارضِ وطن کی خطا معاف

کون سن لیتا ہے خاموشی کے ہونٹوں کی صدا
کون پڑھ لیتا ہے آنکھوں میں حروفِ مدعا

وادیٔ حرف و صدا میں کس کا سکہ ہے رواں
کس کے در پر سرنگوں ہے عظمتِ کون و مکاں

پھول برستی ہے کس کے حکم سے میری بیاض
دستگیری کون فرماتا ہے بندوں کی ریاضؔ

آتشِ نمرود کو گلزار کردیتا ہے کون
ذوقِ خوابیدہ کو بھی بیدار کردیتا ہے کون

کون دریاؤں کو دیتا ہے روانی کا شعور
کون دو عالم کے سرانجام دیتا ہے امور

کون سجدوں کو بنادیتا ہے محرابِ یقیں
کون آدم کو عطا کرتا ہے انوارِ مبیں

کون مجھ سے گنہ گاروں پہ کرتا ہے کرم
کون مجھ سے بھی خطا کاروں کا رکھتا ہے بھرم

کون دیتا ہے سہارا جسم کی دیوار کو
کون رکھتا ہے ترو تازہ مرے افکار کو

کون اشکِ بے نوا میں آج ہے جلوہ نما
وہ خدا تیرا، میرا خدا، سب کا خدا

﴿ریاض حسین چودھریؔ﴾

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

کرم کی آس لگائے فقیر آئے ہیں
دلوں کو جھولی بنائے فقیر آئے ہیں

بصد نیاز سر و چشم، سیّدِ عالم
درِ کرم پہ جھکائے فقیر آئے ہیں

حضور دور سے آئے ہیں لاج رکھ لیجے
نہ خالی کوئی بھی جائے فقیر آئے ہیں

خدا بھی جن کا ہے مدّاح ان کی چوکھٹ پر
لبوں پہ نعت سجائے فقیر آئے ہیں

بتائے یا نہ بتائے فقیر آئے ہیں
کہاں مجال کہ آتے حضورِ شاہِ زمن

حضور ہی بلائے فقیر آئے ہیں
قبول ہوں گی یہاں ساعتیں حضوری کی

یقیں یہ دل میں بسائے فقیر آئے ہیں
قبولیت ہی صلہ ہے یہاں دُعاؤں کا

حریمِ نُور پہ تسکینِ جاں کو ہمدانی
نگاہِ شوق جمائے فقیر آئے ہیں

(انجینئر اشفاق حسین ہمدانی)

اداریہ

فیصلہ کن کردار ادا کرنے کا وقت!

انصاف، مشاورت، اختیارات کی تقسیم، بنیادی حقوق اور جان و مال کے تحفظ کا نام جمہوریت ہے۔ وہ نظام قطعاً جمہوریت نہیں ہوسکتا جو کرپشن، دہشتگردی، دہشتگردوں کی سہولت کاری اور پاکستان کی سلامتی پر سودے بازی کیلئے استعمال ہو۔ جمہوریت کا مطلب انصاف، وسائل کی منصفانہ تقسیم اور کمزور کو طاقت ور کے ظلم سے بچانا ہے۔ جبکہ بدقسمتی سے مملکتِ پاکستان کے نام نہاد حکمران اپنے ذاتی مفادات کے تحفظ کے لئے مظلوموں کو پھنسوانے، انہیں بلیک میل کرنے کے لئے آئین وقوانین میں من چاہی ترامیم کرتے ہیں اور پھر اس نظام کو جمہوری نظام کہنے پر بھی بضد نظر آتے ہیں۔ حکومتی اداروں کی ناکامیاں ہر آئے روز عیاں ہوتی چلی جارہی ہیں۔ آلِ شریف کی شکل میں مسلط ان حکمرانوں نے تمام نظام کو خرید رکھا ہے۔ ہر جگہ انکے خریدے ہوئے لوگ بیٹھے ہیں جو انکے جائز، ناجائز مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔

جمہوریت کے نام پر فرعونی نظام رائج ہے۔ موجودہ لوٹ کھسوٹ اور ظلم پر مبنی نظام نے قوم کو ذہنی طور پر مفلوج کر دیا ہے۔ لٹیرے کہتے ہیں کرپشن کلچر کا حصہ بن چکی اسے قبول کرلو، ظلم معاشرے کا حصہ ہوتا ہے اس پر احتجاج نہ کرو۔ انہوں نے ایسا نظام تشکیل دے رکھا ہے کہ 20 کروڑ عوام انفرادی حیثیت میں جینے پر مجبور ہیں، ایک قوم کے تصور کو بری طرح مجروح کر دیا گیا اور عزت دار لوگوں کو انکے ذاتی مسائل میں الجھا دیا گیا ہے۔ شریف برادران پاکستان کو ذاتی جاگیر سمجھتے ہیں، اسی لئے اگر کوئی ان کے ظلم کو چیلنج کرے تو یہ سانحہ ماڈل ٹاؤن برپا کر دیتے ہیں۔

قائد انقلاب ڈاکٹر طاہرالقادری نے حکمران خاندان کی طرف سے ملکی سلامتی پر حملوں کے حوالے سے جو انکشافات کیے، آج کے دن تک اسکی سرکاری سطح پر تردید نہیں آئی۔ یہ خاموشی ان کے جرم کا اعتراف ہے۔ بجائے اس کے کہ حکومت اس مسئلہ پر اپنی پوزیشن واضح کرتی، انھوں نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس سے بچنے، عوامی تحریک اور تحریک منہاج القرآن کو دہشت گرد اور کالعدم تنظیم قرار دینے کیلئے پنجاب حکومت نے نواز شریف کے حکم پر ایک نئی طرز کا سانحہ ماڈل ٹاؤن برپا کرنے کا فیصلہ کیا۔ منہاج القرآن سیکرٹریٹ اور قائد انقلاب کی رہائش گاہ کو سرچ آپریشن کے نام پر ایک دفعہ پھر ٹارگٹ بنانے کا گھناؤنا منصوبہ بنایا گیا۔ ان مکروہ حکومتی عزائم کا قائد انقلاب نے قبل از وقت انکشاف کر دیا، جس بناء پر حکومت پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوگئی مگر اب بھی ان سے کچھ بعید نہیں۔ اس حوالے سے افواج پاکستان، آئی ایس آئی، ایم آئی اور رینجرز کے سربراہان کو پیشگی آگاہ کردیا گیا ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی دہشتگردی ہوئی تو پھر ان اداروں کے سربراہان جوابدہ ہونگے۔ اس لئے کہ پنجاب پولیس کے پاس بدمعاش بھی ہیں، اسلحے کے ڈھیر اور کرائے کے قاتل بھی ہیں۔ لہذا وہ اپنے مکروہ مقاصد کی تکمیل کے لئے کسی حد تک بھی جاسکتے ہیں۔

تحریک منہاج القرآن پوری دنیا میں دہشت گردی کے خاتمے اور فروغ امن کی تحریک ہے۔ دہشت گردی کو رد کرتے ہیں اور اسے کفر سے بھی بدتر فعل سمجھتے ہیں۔ ہم امن کے قیام کی جنگ لڑ رہے ہیں اور لڑتے رہیں گے۔ منہاج القرآن عالم اسلام کی واحد تنظیم ہے جسے اقوام متحدہ نے علم اور امن کیلئے بے مثال خدمات انجام دینے پر کنسلٹنٹ کا درجہ دیا۔ ہمیں اپنے انسٹیٹیوشن کی عزت اور وقار سب سے زیادہ عزیز ہے اسے کبھی داؤ پر نہیں لگنے دیں

گے اور نہ ہی ایسا کرنے کی کسی کو جرأت کرنے دینگے۔

حکومت کے یہ اوچھے ہتھکنڈے اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ حکومت کے چل چلاؤ کا وقت قریب ہے۔ اس لئے وہ افراتفری میں اپنے آپ کو بچانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ حتی کہ اہم منصوبوں کا ریکارڈ بھی ضائع کیا جارہا ہے۔ میٹرو بس لاہور کا ریکارڈ ضائع کرنے کیلئے ایل ڈی اے پلازہ کو آگ لگوائی گئی۔ نندی پور پاور پراجیکٹ میں فرنس آئل چوری کا سکینڈل بھی آگیا۔ تیل کی خریداری اور استعمال کا ریکارڈ چوری کیا جا چکا ہے۔ 30 ارب روپے کے سستی روٹی سکینڈل کا 80 فیصد ریکارڈ غائب کر دیا گیا۔ قرض خوروں اور ٹیکس چوروں کی فائلیں بھی غائب ہورہی ہیں۔ حکومتی ایوانوں میں زلزلہ ہے۔ اورنج ٹرین منصوبہ کا ریکارڈ بھی کسی سرکاری دفتر میں موجود نہیں۔ ان حالات میں ملکی ایجنسیوں اور عدالتوں کو اس کا نوٹس لینا ہوگا اور میگا منصوبے میں موجود میگا کرپشن کے واقعات کے ریکارڈ کو چوری یا ضائع ہونے سے بچانا ہوگا۔ سنگین جرائم، کرپشن اور دہشتگردی کا موجودہ گٹھ جوڑ نہ ٹوٹا تو آپریشن ضرب عضب کے ثمرات اور اثرات برقرار نہیں رہ سکیں گے۔ جرائم کی سرپرستی اور دہشتگردی کو فروغ دینے والے اقتدار کے ایوانوں میں بیٹھے ہیں۔ جو نیشنل ایکشن پلان پر بھی اسکی روح کے مطابق عمل درآمد نہیں ہونے دے رہے۔

پاکستان کو ایشیاء کا اقتصادی ٹائیگر بنانے کے دعویدار حکمران پاکستان کو ایشیاء کا مقروض ترین ملک بنانے کے ایجنڈے پر کاربند ہیں۔ کشکول توڑنے کا انتخابی اعلان کرنے والوں نے کشکول کا سائز بڑا کر کے بچے کا بال بال تک قرضے میں جکڑ دیا۔ حکمران اسی شرح سے قرضے لیتے رہے تو جلد قرضوں کا حجم مجموعی ملکی اثاثوں سے بڑھ جائے گا اور ملک تکنیکی اعتبار سے دیوالیہ ہو جائیگا۔ کرپشن، قرضوں اور غربت میں اضافہ کے ذمہ دار ان ٹیکس چور اور کمیشن خور حکمرانوں کی کرپشن کی داستانیں دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان ٹیکس چور حکمرانوں نے اپنے ناجائز اثاثے اور دولت چھپانے کیلئے ایف بی آر کو ٹیکس ڈائریکٹری شائع کرنے سے بھی روک رکھا ہے۔ جس ملک کا سب سے بڑا صنعتی خاندان سب سے بڑا چور ہو وہاں ٹیکس کون دے گا؟ پارلیمنٹ سمیت کوئی ادارہ ان کرپٹ حکمرانوں کے جرائم پر ان سے باز پرس نہیں کرسکتا۔ ٹی او آرز بنانے میں ناکامی اس کا تازہ ترین ثبوت ہے۔

قرضے معاف کرنے سمیت ڈیڑھ سو میگا کرپشن کے کیسز کی فہرست بھی ریکارڈ پر ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان کے ذمہ داران کے خلاف کارروائی کیوں نہیں ہو رہی؟ سب ادارے ملک کو لٹتے ہوئے دیکھ کر خاموش کیوں ہیں؟

پاکستان عوامی تحریک کی قصاص تحریک شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ساتھ ساتھ پاکستان کے تاجروں، کسانوں، ہاریوں، مزدوروں، کلرکوں، نرسز، ینگ ڈاکٹرز، اساتذہ اور طلبہ کے حقوق کی بازیابی کی تحریک ہے۔ قصاص سے انصاف عام ہوگا۔ پاکستان اس وقت ظلم اور ناانصافی کے کینسر کے مرض میں مبتلا ہے۔ اسی ناانصافی سے دہشت گردی نے جنم لیا۔ ناانصافی ختم ہوگی تو طاقتوروں کا ظلم ختم ہوگا اور پاکستان اپنے قدموں پر کھڑا ہوگا۔ پاکستان عوامی تحریک وقت کے یزید صفت حکمرانوں کے خلاف سڑکوں پر سراپا احتجاج ہے۔ عوام گھر بیٹھ کر تڑپنے اور سسکنے کے بجائے اپنے حق کیلئے باہر نکلیں اور ہر طبقہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد ظلم کے نظام کے خاتمہ کیلئے اپنا فیصلہ کن کردار ادا کریں۔

القرآن

اہلِ بیتِ اطہار کی محبت واجب ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی علمی و فکری خطاب☆

مرتّب: محمد یوسف منہاجین / معاون: محمد ظفیر ہاشمی

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

قُلْ لَّآ اَسْـئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى. (الشوری، ۴۲: ۲۳)

’’فرما دیجیے: میں اِس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر (میری) قرابت (اور اللہ کی قربت) سے محبت (چاہتا ہوں)‘‘۔

اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ کی امت میں شامل فرمایا اور اپنی بندگی، عبادت اور طاعت کے ساتھ ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کی غلامی اور آپ ﷺ کی محبت کے رشتے میں منسلک کیا۔ آقا ﷺ کی محبت کے باب میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کچھ مظاہر بنائے ہیں اور اہل بیت اطہار اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کی محبت کو اہم ترین مظاہرِ ایمان اور مظاہرِ محبتِ رسول ﷺ میں شامل فرمایا ہے۔

حضور ﷺ نے اپنی قرابت اور اپنی اہل بیت کی محبت کو ہمارے اوپر فرض و واجب قرار دیا ہے اور یہ وجوب مذکورہ حکم الٰہی سے ثابت ہے۔

حضور ﷺ نے تبلیغ رسالت کے ذریعے ہم پر جو احسان فرمایا اس پر آپ ﷺ نے ہم سے کوئی اجر طلب نہیں فرمایا سوائے اِس کے کہ آپ ﷺ کی اہل بیت اور قرابت سے محبت کریں۔ یہ امر بھی پیشِ نظر رہے کہ آپ ﷺ نے قرابت سے محبت کا جو حکم دیا، یہ اجر بھی آقا ﷺ بدلہ کے طور پر اپنے لئے طلب نہیں فرما رہے بلکہ یہ بھی ہمارے بھلے کے لیے ہے۔ اِس سے ہمیں ایمان و ہدایت کا راستہ بتا رہے ہیں، ہمارے ایمان کو جلا بخش رہے ہیں اور اہل بیت و قرابت کی محبت کے ذریعے ہمارے ایمان کی حفاظت فرما رہے ہیں۔ گویا آپ ﷺ اس فرمان کے ذریعے ہماری ہی بھلائی کی راہ تجویز فرما رہے ہیں۔

ہر تفسیر اور ہر مفسر امام قرطبی، امام بغوی، امام نسفی، حافظ ابن کثیر، امام ابن العادل الحنبلی، امام بقائی، امام ہیثمی، عسقلانی، زمخشری، امام سیوطی، امام ابونعیم، ابن المنذر، ابن الحاتم، طبرانی، ابن حجر مکی، امام احمد بن حنبل، امام بزار، امام شوکانی الغرض جملہ محدثین و ائمہ کی کتب میں احادیث سے بے حساب تائیدات اور ائمہ تفسیر کی تصریحات اس معنی پر ملتی ہیں، جس سے اس معنی پر کوئی شک وشبہ نہیں رہ جاتا۔

اہلِ قرابت کون ہیں؟

اہل بیت کی عظمت و شان میں بہت سی آیات ہیں، مگر اُن کی محبت کا ہم پر فرض ہونا مذکورہ آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے۔ جملہ ائمہ نے اس آیت کی تفسیر میں

☆ (مقام: مرکزی سیکرٹریٹ، لاہور) (تاریخ: 23 اکتوبر 2015ء) (خطاب نمبر: Gb-19) (CD#2323)

بیان کیا ہے کہ اس آیت میں جن کی محبت فرض کی گئی ہے وہ قرابتِ رسول ﷺ ہے۔

☆ حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور ﷺ سے پوچھا گیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَنْ قَرَابَتُکَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ مَوَدَّتُهُمْ؟ قَالَ: عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَوَلَدَاهَا.

(أخرجه ابن أبي حاتم الرازي في تفسيره، ۱۰/۳۲۷۶، الرقم/۱۸۴۷۳)

''یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی قرابت والے وہ کون لوگ ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: علی، فاطمہ، اور اس کے دونوں بیٹے (حسن اور حسین) علیہم السلام''۔

☆ امام احمد بن حنبل روایت فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ

لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ (الشوریٰ، ۴۲/۲۳)، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَمَنْ قَرَابَتُکَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ؟ قَالَ: عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا.

(احمدبن حنبل، فضائل الصحابة، ۲:۶۶۹، رقم:۱۱۴۱)

''جب مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اہل قرابت سے کون لوگ مراد ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے رضی اللہ عنہم''۔

یعنی صحابہ کرام کے پوچھنے پر آقا ﷺ نے اس آیت مبارکہ کی خود تفسیر کی اور امت پر واضح فرمادیا کہ ان پر کن کن کی مؤدت اور محبت واجب و فرض ہے۔

یہی معنی حضرت ابوالعالیہ التابعی، سعید بن جبیر، ابو اسحاق، عمرو بن شعیب، امام ترمذی، امام احمد بن حنبل، امام حاکم، امام بزار، امام طبرانی الغرض کتب احادیث اور کتب تفسیر میں کثرت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اس آیت کریمہ کی جملہ تفاسیر پڑھنے کے لیے میری کتاب ''القول فی القرابة'' کا مطالعہ کریں۔ اِس کتاب میں تمام اقوال تفسیری بھی درج ہیں اور ان کی تائید میں تمام احادیث بھی بیان کی گئی ہیں۔

☆ آقا ﷺ نے فرمایا:

أَحِبُّوا اللهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ مِنْ نِعَمِه. وَأَحِبُّوْنِي بِحُبِّ اللهِ. وَأَحِبُّوْا أَهْلَ بَيْتِي لِحُبِّي.

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، ۵:۶۶۴، رقم: ۳۷۸۹)

یعنی اللہ سے محبت کرو اِس وجہ سے کہ اُس نے تمہیں بے شمار نعمتوں سے مالا مال کیا، وہ تم سے محبت کرتا ہے، تم پر شفقت، بے حساب رحمت، کرم اور لطف و عطاء فرماتا ہے۔ صبح و شام تم اُس کی نعمتوں اور رحمتوں کے سمندوں میں غوط زن رہتے ہو، تم پر اللہ کی نعمتوں کی موسلا دھار بارش رہتی ہے، اِس کی وجہ سے اللہ سے محبت کیا کرو۔ پھر فرمایا:

اور مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کی وجہ سے، اس لئے کہ اللہ کی محبت میری محبت کے بغیر نہیں ملتی۔ میری محبت ہی اللہ کی محبت کا راستہ، واسطہ، ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ لہذا مجھے سے محبت کرو، تاکہ تم اللہ سے محبت کرسکو۔ گویا حضور ﷺ نے اللہ کی محبت کا راستہ بتایا ہے اور پھر فرمایا:

میری اہل بیت سے محبت کرو تاکہ تمہیں میری محبت مل سکے۔ میری محبت کے حصول کے لئے میری اہل بیت سے محبت کرو اور اللہ کی محبت کے حصول کے لئے مجھ سے محبت کرو۔

حسنین کریمین سے محبت میں امت کیلئے پیغام

حسنین کریمینؓ سے حضور ﷺ والہانہ محبت کا اظہار فرماتے۔ کیا آپ ﷺ کا حسنین کریمین سے محبت کا والہانہ و بے ساختانہ اظہار بغیر کسی مقصد کے تھا؟ نہیں، ایسا نہیں ہے بلکہ اس والہانہ اندازِ محبت میں بھی امتِ مسلمہ کے لئے ایک پیغام ہے۔ آیئے سب سے پہلے ایک حدیث مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں اور پھر اس میں موجود پیغام پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ روایت کرتے ہیں کہ

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَامِلَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهِ. فَقَالَ رَجُلٌ: نِعْمَ الْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَا غُلَامُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَنِعْمَ الرَّاكِبُ هُوَ.

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، ۵:۶۶۱، رقم:۳۷۸۴)

آقا ﷺ ایک روز سیدنا امام حسین کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر چل رہے تھے تو ایک شخص نے دیکھا تو دیکھتے ہی اُس نے کہا اے بیٹے مبارک ہو، کتنی پیاری سواری تمہیں نصیب ہوئی ہے۔ آقا ﷺ نے فرمایا: تمہیں سواری کا اچھا ہونا نظر آرہا ہے مگر یہ بھی تو دیکھو کہ سوار کتنا پیارا، خوبصورت اور اعلیٰ ہے۔

یہاں ایک نکتہ کی طرف توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ حدیث مبارکہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ واقعہ گھر کے اندر کا نہیں ہے۔ یعنی گھر کی چار دیواری کا نہیں بلکہ باہر کا ہے، اسی لئے ایک غیر شخص آپ ﷺ کے اس عملِ مبارک پر اظہار خیال کر رہا ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ حضرت امام حسینؓ کو گلی میں لے کر چل رہے تھے۔

اب ایک طرف آقا ﷺ کے مرتبہ، شان، عظمت، جلالت اور قدر بھی ذہن میں رکھیں اور یہ عمل بھی دیکھیں۔ ہم یہ کام نہیں کرتے، اپنا بیٹا ہو، پوتا ہو، نواسا ہو، نواسی ہو، جس سے بہت پیار ہو، اسے کندھے پر اٹھا کر گلی میں نہیں چلتے بلکہ شرماتے ہیں حالانکہ یہ سنت رسول ﷺ ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ آقا ﷺ نے یہی پیار اگر فقط اپنی ذات تک رکھنا ہوتا تو یہ عمل گھر کے اندر چار دیواری میں کرتے، کندھوں پر بٹھا کر اس طرح گلی میں نہ چلتے۔ آپ ﷺ کا یہ عمل تمام لوگوں کے سامنے کرنا، آقا ﷺ کا امام حسینؓ سے پیار کرنے کا یہ طرزِ عمل، وطیرہ اور ادا کا سبب دراصل یہ ہے کہ آپ ﷺ امت کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ دیکھو یہ ہے میرے پیار کا عالم حسینؓ کے ساتھ۔۔۔ یہ ہے میرا انداز اُنؓ سے محبت کرنے کا۔ لہٰذا اے امت مسلمہ تم بھی حسنین کریمینؓ سے اسی طرح ٹوٹ کر محبت کرنا تاکہ تمہیں اسی واسطہ و وسیلہ سے میری محبت نصیب ہو جائے۔

☆ حضرت یعلی العامری روایت کرتے ہیں کہ ہم آقا ﷺ کے ساتھ ایک دعوت پر گئے۔ گلی سے گزر رہے تھے، راستے میں بچے کھیل رہے تھے اور

وَحُسَيْنٌ مَعَ غِلْمَانٍ يَلْعَبُ

اور سیدنا امام حسینؓ بھی ان بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آقا ﷺ نے جب امام حسینؓ کو کھیلتے دیکھا تو ہر چیز کو نظر انداز کر کے یہ ارادہ کیا کہ دوڑ کر امام حسینؓ کو پکڑیں۔

فَطَفِقَ الصَّبِيُّ يَفِرُّ هٰهُنَا مَرَّةً، وَهٰهُنَا مَرَّةً.

آپ ﷺ انہیں پکڑنے کے لیے دوڑے، امام حسینؓ کبھی دوڑ کر ادھر چلے جاتے اور کبھی دوڑ کے اُدھر چلے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ بھی انہیں پکڑنے کے لئے کبھی ایک طرف بھاگتے ہیں اور کبھی دوسری طرف بھاگتے ہیں۔ صحابہ کرام اور دیگر لوگ اس منظر کو دیکھ رہے ہیں۔

آقا ﷺ حضرت امام حسین کو ہنساتے جا رہے ہیں اور انہیں پکڑنے کے لیے ان کے پیچھے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور انہیں خوش کر رہے ہیں۔ حتی کہ آپ ﷺ نے انہیں پکڑ لیا۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں اٹھا لیا، اپنی زبان

مبارک اُن تمام صحابہ کے سامنے اُن کے منہ میں ڈال دی۔ پھر انہیں چوما اور چوم کر آقا ﷺ نے فرمایا:

حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ. أَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا.

''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ اُس سے محبت کرے اور کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے''۔ (احمد بن حنبل، المسند، ۴:۱۷۲)

آپ ﷺ نے اپنے اس فرمان میں ایک حقیقت بھی بیان فرمائی اور ایک دعا بھی دی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو حسینؓ سے محبت کرتا ہے، اللہ اُس سے محبت کرتا ہے اور اِس میں آقا ﷺ نے دعا بھی کی کہ اللہ اُس سے محبت کر جو میرے حسینؓ سے محبت کرے۔

امام احمد بن حنبل اور امام ترمذی اور دیگر ائمہ نے تو اس حدیث کو حدیث صحیح لکھا ہی ہے مگر سعودی عرب میں سلفی مکتب فکر کے نامور عالم محدث علامہ البانی ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے مختلف کتب حدیث کے اوپر تخریجات اور تحقیقات کی ہیں۔ وہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ یعنی اِس حدیث کی صحت کا عالم یہ ہے کہ علامہ البانی جیسے شخص بھی اِس حدیث کے صحیح ہونے کا انکار نہیں کر سکے اور اپنے السلسلہ الصحیحہ میں اِسے درج بھی کیا اور صحیح بھی کہا ہے۔

یاد رکھ لیں! آقا ﷺ کا کوئی عمل غیر ارادی نہیں ہوتا۔ لہذا یہ عمل بھی غیر ارادی نہیں ہے، بغیر کسی مقصد کے نہیں ہے۔ اگر اس طرح کا عمل غیر ارادی صادر ہوتا ہو تو ایسا کام ہم کیوں نہیں کر لیتے۔ ہم باہر نکلیں اور ہمارا پوتا، نواسا، پوتی، نواسی، جس سے ہمیں پیار ہے، وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہو اور ہم اپنے دوست احباب کے ساتھ جا رہے ہوں تو کیا ہم اُن کو چھوڑ کر، نظر انداز کر کے اس بچے کے ساتھ گلی میں کھیلنے لگ جائیں گے، انہیں پکڑنے کے لئے پیچھے پیچھے دوڑیں گے؟ نہیں، ہم ایسا نہیں کرتے اس لئے کہ ہمیں اپنے مقام و مرتبہ کا خیال رہتا ہے، اپنے ہونے کا احساس ہوتا ہے کہ ہم کیا ہیں۔۔۔؟ لوگ کیا کہیں گے۔۔۔؟ ہم سوسائٹی کی respectable figure ہیں۔۔۔ honourable figure ہیں۔۔۔ ایک سنجیدہ مزاج شخص ہیں۔۔۔ لوگ ہمارے بارے میں ایک امیج رکھتے ہیں۔ ہم تو اِن چیزوں میں گھرے رہتے ہیں اور یہ کام نہیں کرتے۔ اِس طرح کے کام اگر کرنے ہوں تو گھر کے اندر کریں گے، باہر کوئی نہیں کرتا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ آقا ﷺ کیوں کر رہے ہیں؟ کیا معاذ اللہ! آپ ﷺ سے غیر ارادی طور پر ایسا فعل صادر ہو جاتا تھا کہ کبھی نماز پڑھا رہے ہیں، صحابہ کرام بھی موجود ہیں، حالتِ نماز میں امام حسینؓ آپ ﷺ کے کندھوں پر چڑھ جاتے ہیں، تو آپ ﷺ سجدہ طویل کر لیتے ہیں، سجدہ سے اٹھتے وقت اُنہیں اٹھا کر بٹھا لیتے ہیں، پھر چڑھا لیتے ہیں، کیا یہ غیر ارادی فعل ہے۔۔۔؟ کیا اِس عمل سے دین اور ایمان کی کوئی تعلیم اخذ نہیں کی جائے گی۔۔۔؟ کیا اِس سے آقا ﷺ کا کوئی پیغام امت کے نام اخذ نہیں کیا جائے گا۔۔۔؟ کیا اِس عمل سے آقا ﷺ ہم پر کچھ فرض نہیں کرنا چاہ رہے۔۔۔؟ کیا اس عمل مبارکہ سے ہمارے لئے کچھ سنت نہیں بنانا چاہ رہے۔۔۔؟ کیا ہمیں کسی امر کے کرنے کی کوئی نصیحت نہیں فرمانا چاہ رہے۔۔۔؟ کیا اپنا طرزِ عمل امت کو دکھانا نہیں چاہ رہے۔۔۔؟

اس سوال کا جواب ہمیں اِس فرقہ بندی اور صف بندی سے نکالتا ہے جس نے معاشرے کے لوگوں کے عقائد کو راہ اعتدال سے ہٹا دیا ہے۔

محبتِ اہلِ بیت کسی ایک مسلک کا شعار نہیں

اہل بیت اطہار، حسنین کریمینؓ، سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم کی محبت کو ہم نے بدقسمتی سے صرف ایک مکتبہ فکر کا شعار بنا دیا ہے۔ ہمارے اندر ایک inferior complex، ایک جھجک، ایک کمزوری ہے۔

ہمارے ایمان، علم، تحقیق اور معرفت ایمانی میں اتنی کمی آگئی ہے کہ ہم نے محبتِ اہل بیت اور مؤدت حسنین کریمین کو صرف شیعہ مکتبہ فکر کے حصے اور کھاتے میں ڈال دیا ہے۔ آج بہت سے علماء، خطباء اور ٹی وی پروگرامز، ٹاک شوز اور انٹریوز میں آنے والے، خطابات کرنے والے، عامۃ الناس جن کی پیروی کرتے ہیں، وہ لوگ بھی آج محبتِ اہل بیتؓ وحسنینِ کریمینؓ کی بات کرتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ افسوس! اُنہیں آقا ﷺ کی سنت مبارکہ بھول گئی ہے اور اُنہوں نے محبت اہل بیت کو شیعہ مکتبہ فکر کا حصہ اور عقیدہ قرار دے دیا۔ یہ طرزِ عمل بڑی بدقسمتی ہے۔

کیا دیگر مسالک کی ہر بات غلط ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ سوسائٹی انتہاؤں کی طرف جارہی ہے، اعتدال کا راستہ ہم چھوڑتے جارہے ہیں۔ جب سوسائٹی میں عقیدہ اور مسلک باہم متقابل ہو جاتے ہیں، آمنے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں اور لوگ اپنے اپنے عقیدے اور مسلک میں متعصب ہو جاتے ہیں یا ایک دوسرے کے خلاف انتہا پسند ہو جاتے ہیں تو پھر ہر ایک عقیدہ اور مسلک اپنے خاص شعار و علامت کو بھرپور انداز سے بیان کرتا ہے۔

ہر مسلک کا کوئی نہ کوئی شعار، خاص علامت ہوتی ہے، ہر عقیدے اور مسلک کے لوگ کسی ایک نکتہ کو خوب نمایاں و اجاگر کرتے ہیں، وہ نکتہ اُن کا مرکز nucleus ہوتا ہے۔ دوسرا عقیدہ رکھنے والے چونکہ اُن سے اختلاف رکھتے ہیں لہذا اُن کی ہر بات سے اختلاف کرنا اپنے اوپر واجب کر لیتے ہیں، خواہ وہ حصہ حق ہی کیوں نہ ہو۔ یہ طرزِ عمل بدقسمتی سے تمام مسالک اختیار کئے ہوئے ہیں کہ دوسروں کی نمایاں بات، خاص علامت، شعار الغرض ہر بات سے اختلاف کرنا اپنے اوپر واجب کر لیتے ہیں۔

اِس سے بھی بڑھ کر خطرناک بات یہ ہوئی اور ہو رہی ہے کہ پھر ہر اُس کام سے پرہیز و اجتناب کیا جاتا ہے جو دوسرے مسلک والے کر رہے ہیں۔ عامۃ الناس حتی کہ اہل علم بھی اِس تعصب، نادانی، صف بندی، دھڑے بندی اور فرقہ پرستی کی بری فضا کا شکار ہوئے ہیں۔ یہ سب جان بوجھ کر نہیں بلکہ نادانستگی میں ہو رہا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں اگر ہم نے یہ کام کیا جو شیعہ کر رہے ہیں یا اگر ہم نے یہ کام کیا جو دیو بندی حضرات کر رہے ہیں، دیو بندی سمجھتا ہے اگر ہم نے یہ کام کیا جو بریلوی کہلانے والے اہل سنت کر رہے ہیں یا اگر ہم نے یہ کام کیا جو اہل حدیث مکتبہ فکر کے لوگ کر رہے ہیں، اہل حدیث حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے وہ بات کہی جو اہل سنت حضرات یا اہل تشیع حضرات کہہ رہے ہیں تو ہمارے عقیدے و مسلک میں بگاڑ آجائے گا اور ہم اُن میں سے شمار ہونے لگیں گے۔ ہر ایک دوسرے کے بارے میں یہی سوچتا ہے حالانکہ دوسرے مسلک کا ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سو فیصد اُس کی ہر بات غلط یا گمراہی ہے، نہیں، ایسا نہیں ہوتا۔

ہر ایک کے ہاں کچھ چیز درست ہوتی ہیں، کچھ میں لوگ مبالغہ کردیتے ہیں، کچھ میں تفریط کر دیتے ہیں، کچھ میں افراط کر دیتے ہیں، کچھ میں حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں، کچھ میں حد سے گھٹ جاتے ہیں، یہ plus,minus ہر کوئی کرتا رہتا ہے، لیکن جو چیزیں نمایاں علامتیں ہو جاتی ہیں، وہ صرف اس مسلک کے ساتھ خاص ہوجاتی ہیں۔ مثلاً لوگ سوچتے ہیں کہ اگر ہم نے محبت اہل بیت، مؤدت علی و فاطمہ و مؤدت حسنین رضی اللہ عنہم کی بات کی، اگر ہم نے شہادت امام حسین اور شہداء کربلا کی بڑھ چڑھ کی بات کی، ان کی عظمت و محبت کی بات کی، تو اِس کا فائدہ شیعہ حضرات کو پہنچے گا۔ یہ سوچ نادانستہ، غیر ارادی طور پر develop کر جاتی ہے۔

میں اہل سنت میں اس بات کو کثرت سے دیکھتا ہوں کہ وہ بھی محبت اہل بیت کا نام لینے اور اِس پر

زور دینے سے کترانے لگے ہیں، گھبرانے لگے ہیں، پیچھے ہٹ گئے ہیں، زبانیں بند ہوگئیں ہیں۔ محرم کے مہینہ میں TV پر مختلف پروگرام دیکھنے و سننے کا اتفاق ہوتا ہے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ ہم مقصدِ شہادت کی باتیں تو کرتے ہیں، فلسفۂ شہادت کو بیان تو کرتے ہیں، حق و باطل کی جنگ کی بات تو کرتے ہیں۔ یہ سب حق اور درست ہے، اسے بھی سمجھانا چاہیے، یہی وہ پیغام ہے، جو اصل شے ہے جس کے لیے امام حسینؓ نے شہادت و قربانی دی، اس کا کوئی انکار نہیں، مگر ہمارا طرزِ عمل، طرزِ فکر یہ ہوگیا ہے کہ ہم فقط مقصد و فلسفے اور حق و باطل کی جنگ کے پیغام تک محدود رہ جاتے ہیں۔ حضرت امام حسینؓ کا ذکر، اُن کی عظمت کا بیان، اُن کی محبت و مودت کی اہمیت کو ہم یکسر فراموش کردیتے ہیں اور اسے بیان کرتے ہوئے ہمارے کلام اور زبانیں گنگ ہوجاتی ہیں۔ محبت اہل بیت کی بات کرنے کی ہمیں ہمت نہیں پڑتی کہ کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ یہ شیعہ ہوگیا۔ مودت اہل بیت کی بات زور دار طریقے سے سٹیج پر نہیں کرتے کہ کہیں لوگ یہ نہ کہہ دیں کہ شیعیت کی طرف اِس کا رجحان ہے۔

اگر اس طرح کی سوچ ہر ایک کی ہوجائے تو اُس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم آہستہ آہستہ اپنے دین و ایمان کو اپنے ہی ہاتھوں گنوا بیٹھیں گے۔ اسی طرح اگر آپ توحید کی بات کریں تو کوئی آپ کو کہہ دے گا کہ یہ اہل حدیث اور دیو بندی ہوگیا ہے کیونکہ وہ توحید پر زور زیادہ دیتے ہیں۔ اگر ہم اس سوچ سے توحید کی بات نہ کریں تو اس طرح تو اپنا ایمان بھی ختم کرتے چلے جائیں گے۔ اگر دیوبندی اور اہل حدیث توحید پر زور زیادہ دیتے ہیں تو اس میں برائی کیا ہے؟ توحید برحق ہے، اس کو بیان کرنا چاہئے۔ توحید ایمان کی بنیاد اور ایمان کا پہلا رکن ہے۔ لیکن یہ کیا کہ دوسرے مسلک کے لوگ توحید کی بات بہت کرتے ہیں، لہٰذا اب ہم توحید کی بات کم کر دیں، اس طرح تو آپ اپنے ایمان کا ستیاناس کریں گے۔ سارے اسلام کی دعوت کا مرکزی نقطہ توحید ہے۔

اسی طرح اگر اہل حدیث حضرات اور دیو بندی مکتبہ فکر کے حضرات یوں سوچنے لگیں کہ ہم اپنے سٹیجوں پر محبت و عشق رسول ﷺ کی بات نہ کریں، زیادہ ادب اور تکریم رسول ﷺ کی بات نہ کریں، کیونکہ اس سے دوسرے مسلک والوں کو فائدہ پہنچے گا۔ اگر اِس طرح سوچ کر اِس موضوع کو چھوڑ دیں تو اُن کے ایمان کا بیڑا غرق ہوگیا۔ جب محبت رسول ﷺ ہی نکل گئی، عشق رسول ﷺ نہ رہا، ادب رسول ﷺ نہ رہا، تعظیم رسول ﷺ نہ رہی، تو باقی کیا بچ گیا۔ اب ان خطابات، تبلیغوں، دروس قرآن و دروس حدیث کا کیا فائدہ۔

پس اگر ہم یوں سوچنے لگیں تو توحید کو کم کرتے چلے جائیں گے اور وہ اِس طرح سوچنے لگیں تو وہ محبت اور ادب رسول ﷺ کو کم کرتے جائیں گے اور نتیجتاً ہم اپنے ایمان کا خود ہی خاتمہ کرتے چلے جائیں گے۔

اسی طرح اہل سنت اہل بیت کا نام اِس لیے نہ لیں کہ شیعہ حضرات کے موقف کو فائدہ پہنچے گا، یا لوگ شیعہ کہیں گے، تو اس طرح اپنے ایمان کا بیڑا غرق کر رہے ہیں، اپنے ایمان کی جڑ کاٹ رہے ہیں۔ یاد رکھیں کہ محبت و مؤدت اہل بیتؓ، محبت و مودت حسنینؓ، محبت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ اور مودت علی المرتضیٰؓ صرف شیعوں سے منسوب عقیدہ نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانوں، اسلام اور امت مسلمہ کی میراث ہے۔ یہ ایمان ہے، یہ قرآن کا پیغام ہے، اِس کو قرآن نے تمام مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔

ائمہ کرام کی محبتِ اہلِ بیت

☆ امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ ؓ اہل بیت سے اتنی شدید محبت کرتے اور ائمہ اطہار اہل بیت کی اتنی تکریم کرتے کہ لوگوں نے اُن پر شیعہ ہونے کا طعنہ کیا اور

اُن کو شیعہ کہتے۔ اگر محبت اہل بیت کی وجہ سے امام اعظم ابوحنیفہ شیعہ ہوگئے تو پھر سنی کون بچا ہے؟

☆ امام ابن حجر مکی نے ''الصواعق المحرقۃ''، امام الدمیاطی نے ''اعانۃ الطالبین'' اور بہت سارے محدثین نے اہل بیت کی محبت کے وجوب کے باب میں امام شافعیؒ کی یہ ایک رباعی بیان کی ہے۔امام شافعی فرماتے ہیں:

یَـا أَهْـلَ بَيْـتِ رَسُـوْلِ اللهِ حُبُّـكُـمُ
فَـرَضٌ مِـنَ اللهِ فِـي الْـقُـرْآنِ أَنْـزَلَـهُ
كَـفَـاكُـمُ مِـنْ عَـظِيْـمِ الْـقَـدْرِ أَنَّـكُـمْ
مَـنْ لَـمْ يُـصَـلِّ عَـلَيْـكُـمْ، لَا صَلَاةَ لَـهُ

(ملا علی القاری، مرقاۃ المفاتیح، ۱/ ٦٧)

''اے اہلِ بیتِ رسول اللہ ﷺ! آپ سے محبت کرنا اللہ کی طرف سے فرض ہے، جسے اس نے قرآن مجید میں نازل کیا ہے اور آپ کے لیے یہ عظیم مرتبہ ہی کافی ہے کہ آپ وہ ہستیاں ہیں کہ جو شخص آپ پر درود نہ پڑھے، اس کی نماز مکمل نہیں ہوتی''۔

ان اشعار میں امام شافعی نے اہل بیت رسول ﷺ کی محبت کو قرآن مجید کی طرف سے امت مسلمہ پر فرض ہونے کو بیان کیا ہے اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ، لَا صَلَاةَ لَهُ کہ جو شخص نماز میں آپ ﷺ پر درود نہ پڑھے اُس کی نماز نہیں ہوتی۔ گویا ہم پر محبتِ اہلِ بیت فرض کردی گئی ہے۔

امام شافعی کو بھی محبت اہل بیت کی وجہ سے لوگ شیعہ اور رافضی کہتے تھے۔ آپ نے جواب میں فرمایا: اگر محبت اہل بیت کا نام شیعہ ہونا ہے تو مجھے یہ تہمت قبول ہے۔ اگر امام شافعی شیعہ ہیں تو پھر باقی سنی کون بچا ہے؟

☆ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی اہل بیت اطہار کے لیے بڑی تعظیم وتکریم تھی۔ سمجھانا یہ چاہتا ہوں کہ محبت و مودتِ اہل بیت کسی مکتبہ فکر کی میراث نہیں ہے۔ خدا کے لیے سنی، شیعہ کی جنگ اور صف بندی کی وجہ سے اِس ایمان کے اثاثے کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

تذکیر بایام اللہ

یاد رکھیں کہ کسی نہ کسی مناسبت ونسبت کی وجہ سے مختلف ہستیوں اور شخصیات کے ایام منانے کا مقصد ان کی محبت کو پھر سے زندہ کرنا اور مزید کمال عطا کرنا ہوتا ہے۔ مثلاً میلاد النبی ﷺ منانے کا یہ مطلب نہیں کہ باقی سارا سال حضور ﷺ سے محبت نہ کی جائے اور حضور ﷺ کی سیرت طیبہ پر عمل نہ کیا جائے۔ نہیں، ایسا نہیں ہے چونکہ ربیع الاول آپ ﷺ کی ولادت مقدسہ کا مہینہ ہے، لہٰذا اس مناسبت سے درود وسلام اور میلاد کی محفلیں ہوتی ہیں، سیرت طیبہ کے بیان ہوتے ہیں، آپ ﷺ کی عظمت اور شان و شوکت کا بیان ہوتا ہے، اس سے آپ ﷺ کی محبت اجاگر ہوتی ہے۔

اسی طرح معراج کی رات آتی ہے تو اس رات معراج کی شان وعظمت دل میں جاگزیں ہوتی ہے، بچوں کو پتہ چلتا ہے کہ ہماری کیا کیا اہم راتیں ہیں۔

اسی طرح حج کے ایام آتے ہیں، حج تو حاجی لوگ عرفات میں کر رہے ہوتے ہیں، لیکن ہم پورا مہینہ حج کا تذکرہ اور عرفات اور منیٰ کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ کم سے کم اِس سے یاد تازہ ہوتی ہے، اگلی نسلوں کو پیغام communicate ہوتا ہے، ہمارے دل ودماغ میں یاد تازہ ہوتی رہتی ہے، ہم بھولتے نہیں ہیں، تذکیر و تذکر کا اہتمام ہوتا ہے۔ اِسی وجہ سے حکم ہے کہ ایام کو یاد کرو۔

اِسی طرح اہل بیت کی محبت تو سال بھر مومن کے دل میں جاگزیں رہتی ہے۔ اس لئے کہ یہ آقا ﷺ کی محبت ہی کی شاخ ہے۔ مگر محرم کے مہینے میں امام حسینؓ اور آپؓ کے خانوادہ کی شہادت اور شہداء کربلا کا تذکرہ کرکے اہل بیت اطہار کی محبت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اُن سے تعلق جڑتا ہے، قلب اُن کے ساتھ میلان رکھتا ہے، اُن کی عظمت

کا ایک سبق دھرایا جاتا ہے اور اگلی نسلوں کو پیغام دیا جاتا ہے کہ اہل بیت اطہار کی محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔

اسی طرح صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کے ایام آتے ہیں۔ اُن کے منانے کا مطلب یہ ہے کہ خلافت راشدہ کا امت مسلمہ پر ایک عظیم احسان ہے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کس طرح دین کے محافظ ہوئے۔۔۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے آقا ﷺ کے دین کو کس طرح نظام کے طور پر امت کو عطا کیا۔۔۔ سیدنا عثمان غنی ؓ کا احسان، اسی طرح مولا علی المرتضیٰؓ کا اس امت پر احسان، ان ایام کو منا کر ہم ان کی خدمات اور احسانات کو یاد کرتے ہیں۔ ان ایام میں ان صحابہ کرام کی عظمت کا سبق تازہ ہوتا ہے، اُن سے محبت پیدا ہوتی ہے، اُن کی عظمت، تکریم اور عزت کا سبق پیدا ہوتا ہے۔ ان اسباب کی بناء پر مختلف ایام کو منایا جاتا ہے۔ ان ایام میں کثرت سے تذکرہ کرتے ہیں تاکہ وہ تذکرہ ان ہستیوں کی دبی اور ختم ہوجانے والی محبت کو پھر سے زندہ کرنے اور جلا دینے کا باعث بن جائے۔

لیکن افسوس! ہم ایسی صف بندی اور دھڑے بندی کر چکے ہیں کہ ان شخصیات و ہستیوں کے تذکرہ سے گھبرانے لگ گئے ہیں کہ کہیں ہم پر کسی دوسرے مکتبہ فکر و مسلک کی چھاپ نہ لگ جائے۔

اہلِ بیت سے بغض کا تاریخی پس منظر

جس طرح کی تفریق بدقسمتی سے آج محبتِ اہلِ بیت کے حوالے سے ہمارے معاشرے میں ہے، اس کی ابتداء اس وقت ہوئی جب بنو امیہ اقتدار میں تھے۔ بنو امیہ کے اکثر حکمران اہل بیت سے بغض رکھتے تھے۔ اس کا آغاز یزید کے دورِ حکومت سے ہوا۔ یزید نے ایک نئی طرز پیدا کر دی۔ اُس بدبخت اور ملعون کے زمانہ میں ایک کلچر develop ہوگیا، سارے معاملہ نے سیاسی رنگ اختیار کرلیا، معاملہ Politicize ہوگیا۔ حکومت کے چھوکرے، لونڈے، عمال، انتظامیہ، بیوروکریسی، وزیر، مشیر، سیاسی نمائندگان، جن کو چھوٹی چھوٹی سطح کا اقتدار ملتا ہے، علاقوں میں اُن کے ذمہ داران، یہ تمام اہل بیت اطہار کے خلاف ہر سطح پر ایک ماحول پیدا کرتے اور انہیں گالیاں دیتے تھے۔ سیدنا مولا علی المرتضیٰ اور اہل بیت اطہار کو برا بھلا کہتے۔

حکمران اور ان کے گماشتے چونکہ جان سے مار دیتے تھے، قتل کر دیتے تھے، داڑھی منڈھوا دیتے تھے، کوڑے مارتے تھے۔ بڑے بڑے جلیل القدر تابعین اس ظلم وستم اور سب وشتم کو دیکھ کر بڑی احتیاط کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو روایت کرتے تاکہ دین امت تک پہنچے۔

حتی کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ جو پانچویں خلیفہ راشد کہلاتے ہیں، جب اُن کا دور آیا، تو انہیں یہ قانون نافذ کرنا پڑا کہ جو یزید کو امیر المومنین کہے گا، شرعی طور پہ اُس کو بیس کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اس حوالے سے مزید سخت اقدامات لینے پڑے۔ آپ نے منبروں پر حضرت مولا علی شیر خدا ؓ اور اہل بیت اطہار کو گالی دینے کا کلچر حکماً بند کردیا۔ الغرض لوگوں کے ذہن اتنے یکطرفہ اور اتنے زہر آلودہ ہو چکے تھے کہ باقاعدہ احکامات صادر کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

عام نئی نسلیں جس ماحول میں جنم لیتی ہیں، وہ جو کچھ پیدا ہوتے ہی دیکھتے اور سمجھتے ہیں، اسی کو دین سمجھتے ہیں۔ مثلاً روس اور چین کے اندر جب سیکولرازم آگئی، تو تین چار نسلیں اس کے اندر گزر گئیں، انہوں نے اسلام نہیں دیکھا تھا۔ جب سے آنکھ کھلی وہ سب کچھ سیکولرازم ہی کو سمجھتے رہے۔ اسی طرح اور بھی دنیا کی کئی جگہیں ایسی ہیں، جہاں ایک عقیدہ مسلط کردیا جاتا ہے، تو تین تین چار نسلیں اس میں گزرتی ہیں، اس لئے کہ اُنہوں نے اور کچھ دیکھا ہی نہیں ہے، اصل دین نہیں دیکھا، باپ دادا سے جو دیکھا، اسے ہی اصل دین سمجھتے ہیں۔ نتیجتاً اصل تاریخ سے منقطع (cut off) ہو جاتے ہیں۔

اِسی طرح جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اہل بیت اطہار کو اور سیدنا مولا علی المرتضیٰؓ کو برا بھلا کہنے پر پابندی لگادی تو تاریخ کی کتب، اسماء الرجال کی کتب، محدثین کے ہاں یہ درج ہے کہ عامۃ الناس نے شور مچایا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے سنت بند کردی۔ حالانکہ وہاں سنت سے لغوی معنی مراد ہے کہ وہ ایک طریقہ اور شیوہ جو پرانا چلا آرہا تھا، اس کو ختم کردیا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ سنت بند نہیں کی بلکہ جو بند کیا وہ بے ہودگی تھی، دین کے خلاف ایک ماحول تھا، جو بعض لوگوں نے اپنے مفادات کے لئے بنا رکھا تھا تاکہ حکومت سے مراعات لیں لہٰذا اُس کو بند کیا ہے۔

بنو امیہ کے بعد بنو عباس بھی ائمہ اطہار اہل بیت کو شہید کرتے رہے۔ اُن کو بھی اہل بیت سے خطرہ تھا کہ اِن کی محبت کرنے والے کہیں ہمارا تخت نہ الٹ دیں۔ چونکہ وہ اقتدار میں بھی محبت اہل بیت کے نام پر آئے تھے۔ انہوں نے اہلِ بیت کے نام کا غلط استعمال کیا تھا کہ ہم واقعہ کربلا کا بدلہ لے رہے ہیں۔ وہ اہل بیت کی حمایت میں اٹھے تھے، اہل بیت سے محبت کرنے والی امت کی اکثریت نے اُن کی تائید کی تھی اور وہ بنو امیہ کی حکومت کو ختم کرکے اقتدار میں آئے۔ چونکہ محبت اہل بیت ہی وہ قوت و طاقت تھی جو اُنہیں منصب حکومت پر لائی تھی، لہٰذا اُن کو پتہ تھا کہ اہل بیت کی محبت کتنی بڑی طاقت ہے۔ پس اِس سے انہیں بھی خطرہ تھا۔ اقتدار پر آجانے کے بعد جب انہیں منزل مل گئی تو جو بھی محبتِ اہل بیت کا نام لیتا، عباسی حکمران اُسے مار دیتے تاکہ ان کا اقتدار مضبوط رہے اور اسے کوئی چیلنج نہ کرسکے۔

لہٰذا اُس وقت اقتدار کے چھن جانے کے خوف کی بناء پر بنو امیہ کے اوباش لونڈے اہل بیت سے محبت کرنے والوں کو قتل کرتے اور مارتے تھے۔ آج وہ کیفیت نہیں ہے، مگر صف بندی ہے، فرقہ بندی ہے، جس میں لوگ انتہاؤں کی طرف جا رہے ہیں اور خود انتہاء پسندی کی وجہ سے نادانستگی میں حق کو چھوڑ رہے ہیں، ایمان کی دولت سے محروم ہو رہے ہیں۔

قاتلینِ حسینؓ کی نشاندہی

آقا ﷺ نے قاتلین حسین کی نشاندہی خود فرما دی تھی اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ آقا ﷺ کا بڑا معجزہ ہے۔ جیسے آپ ﷺ نے دیگر پیشین گوئیاں فرمائی ہیں اور آنے والے زمانوں کے حالات اور واقعات بتائے ہیں، اُن میں سے یہ چیز بھی تھی کہ آپ ﷺ نے امام حسینؓ کو شہید کرنے والوں کے نام تک سے امت کو آگاہ فرمادیا تھا۔

☆ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يُقْتَلُ حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ ؓ عَلٰى رَأْسِ سِتِّيْنَ مِنْ مُهَاجَرَتِي. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَالدَّيْلَمِيُّ وَزَادَ فِيْهِ: حِيْنَ يَعْلُو الْقَتِيْرُ، الْقَتِيْرُ: الشَّيْبُ.

(أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، ۳/۱۰۵، الرقم/۲۸۰۷)

”حسین بن علی (ؓ) کو میری ہجرت کے ساٹھویں سال کے آغاز پر شہید کر دیا جائے گا“۔

اس حدیث کو امام طبرانی اور دیلمی نے روایت کیا ہے۔

امام دیلمی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: جب ایک (اُوباش) نوجوان ان پر چڑھائی کرے گا“۔

☆ میں ایک اور حدیث لوگوں کی توجہ مبذول کروانے کے لیے بیان کررہا ہوں، حضرت عبیدہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ آقا ﷺ نے فرمایا:

لَا يَزَالُ أَمْرُ أُمَّتِي قَائِمًا بِالْقِسْطِ. حَتّٰى يَكُوْنَ أَوَّلَ مَنْ يَثْلِمُهُ. رَجُلٌ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ. يُقَالُ لَهُ يَزِيْدُ.

(ابو یعلی، المسند، ۲:۱۷۶: رقم: ۸۷۱)

یعنی میری امت کا نظام، اُس میں دین کا نظام، دین کی قدریں، عدل کے ساتھ چلتی رہیں گی، حتی

کہ ایک شخص اقتدار پر آئے گا۔ یہ پہلا شخص جو میرے دین کی قدروں کو پامال کردے گا۔ وہ شخص بنو امیہ میں سے ہوگا۔ اُس کا نام یزید ہوگا۔

آقا ﷺ نے تو قیامت تک کی نشانیاں بیان کی ہیں اور واقعہ کربلا تو اُسی صدی کا واقعہ ہے، آقا ﷺ اس کی نشانیاں کیوں بیان نہ فرمائیں گے۔ یہ نشانیاں تو آقا ﷺ کے اُس حسینؓ سے متعلق ہیں جن کو کندھوں پر اٹھا کر چل رہے ہیں اور جن کے لیے کہہ رہے ہیں کہ سواری کی بات نہ کرائے بندے، سوار کی بات کر اور جن کے منہ میں اپنی زبان مبارک دے رہے ہیں، جنہیں فرما رہے ہیں:

حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْن.

یہ تو اُن سے متعلق معاملہ ہے، اِس کی نشاندہی میرے آقا ﷺ کیوں نہیں کریں گے؟

طرزِ عمل وفکر میں تبدیلی کی ضرورت

شہادت امام حسین ؑ کی یہ تمام احادیث آقا ﷺ کی نگاہ پاک میں اس شہادت اور امام حسینؓ کی محبت کی اہمیت کو واضح کررہی ہیں کہ آقا ﷺ کی آپؓ سے محبت کتنی ہے اور اِس رتبہ شہادت کا عالم کیا ہے؟ دوسری طرف آج اہل سنت والجماعت کا ہر مکتبہ فکر اور محبت اہل بیت کا نام لینے والے بطور خاص اپنے گریبانوں میں جھانکیں کہ وہ محبت اہل بیت کا کتنا دم بھرتے ہیں؟ شہادت امام حسین کی عظمت کا ذکر کتنا کرتے ہیں کہ جس سے آپؓ کی محبت دلوں میں پیدا ہو؟ جس سے دل امام عالی مقام اور اہل بیت اطہار کی محبت اور مودت کی طرف راغب ہوں؟ یاد رکھیں! ہمارا دین روکھا دین نہیں ہے۔ اُس میں ہر جگہ جہاں ذات آئی ہے وہاں تعلیمات بھی آئی ہیں اور تعلیمات کے ساتھ ذات کو بھی جوڑا ہے۔ ذات سے محبت، ادب، تعلق قلبی، تعلق روحی، تعلق عشقی، ادب اور احترام کا رشتہ ہوتا ہے، دل جھکتے ہیں، اُس سے فیض ملتا ہے، ایمان کی تقویت ہوتی ہے جبکہ تعلیمات عمل، اُسوہ اور سیرت کو سنوارتی ہیں۔ پیغام سے زندگی کا اُسوہ اور طریقہ ملتا ہے، باطل سے ٹکرانے کی جرأت ملتی ہے۔ ہر چیز کی اپنی اپنی جگہ اہمیت ہے، مگر ہم نے تعلیم اور پیغام پر زور دے کر بڑی عیاری و مکاری یا نادانستگی و نادانی کے ساتھ امام عالی مقام اور شہداء کربلاء معلّٰی اور اہل بیت اطہار کے ساتھ محبت اور مودت کے رشتے کو کمزور کر لیا ہے۔ اُن کا ذکر کرنا، کثرت سے اُن کا بیان کرنا، ہم نے شیعہ حضرات کے کھاتے میں ڈال دیا ہے کہ یہ اُن کا مسلک ہے۔

سوسائٹی میں ایک غلط سوچ پیدا کر دی گئی ہے کہ جو اُن کا بہت ذکر کرے گا وہ شیعہ ہے۔ چونکہ محرم کو وہ اپنے خاص طریقے کے ساتھ مناتے ہیں، اُن کا اپنا طرز عمل، طرز فکر، طریق اور مسلک و انداز ہے، اس کا اہتمام وہ اپنے طریقے سے کرتے ہیں۔ ہم اُس طریق سے نہیں کرتے، ہمارا اپنا عقیدہ و مسلک ہے، ہمارا اپنا انداز ہے، ہم اُس طریق سے بعض چیزیں نہیں کرتے جو اہل تشیع اپنے مسلک کے اندر کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے کہ وہ اپنے انداز اور طریق سے شہادت امام حسینؓ کو یاد کرتے اور اہل بیت سے محبت کرتے ہیں لیکن اِس کا مطلب یہ کہاں سے پیدا ہو گیا کہ ہم امام حسینؓ کا ذکر بھی چھوڑ دیں، شہادت حسین کی عظمت کا بیان ہی چھوڑ دیں، مؤدت و محبت اہل بیت بھی چھوڑ دیں، حسنین کریمینؓ کا ذکر اور اُن کی محبت کا تذکرہ ہی چھوڑ دیں کہ کیونکہ یہ شیعہ کرتے ہیں لہذا ہم نہیں کریں گے۔ یہ رویہ کہاں سے آگیا؟ یہ ظلم ہے۔ یہ ایک ایسا عجیب پہلو ہے کہ اِس سے ہم اپنے ایمان اور اُس کی جڑ پر چھری چلا رہے ہیں، اپنے ایمان کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

یاد رکھ لیں اہل بیت کی محبت کسی ایک مسلک کا شعار ہے نہ کسی ایک مسلک کی وارثت ہے۔ یہ عین ایمان ہے اور عین اسلام ہے۔ امت مسلمہ کے ساتھ نادانستہ

طریقے سے یہ ظلم ہوتا جارہا ہے کہ چونکہ شہادت امام حسینؓ کی مجالس اہل تشیع کرتے ہیں، لہذا جو سنی ہیں، وہ امام حسینؓ کا ذکر چھوڑ دیں، وہ محبت و مودت اہل بیت کا نام لینا چھوڑ دیں۔ تو کیا محبت حسنینؓ، محبت علیؓ، محبت فاطمہؓ، مودت اہل بیت، آپ نے ایک مسلک کا ورثہ بنا دیا؟

یہ سوچ خارجیت کا اثر ہے، سنیت نہیں ہے۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ اگر مودت اہل بیت نکل گئی تو آپ ایمان سے محروم ہوگئے۔ محبت اہل بیت نہ رہی تو آپ کا رشتہ تاجدار کائنات ﷺ سے کٹ گیا۔ آپ خود ہی ایمان سے محروم ہورہے ہیں۔

بنیادی عقائد تمام مسالک میں مشترکہ ہوتے ہیں

بنیادی چیزیں کسی ایک مسلک کا شعار نہیں ہوتیں، ہاں اُسے منانے، اُس یاد کو تازہ کرنے کے طریقے ہر مسلک کے جدا جدا ہوتے ہیں۔

ہم جس طریقے سے میلاد النبی ﷺ مناتے ہیں، کچھ اور مسلک کے لوگ اُس انداز سے نہیں مناتے۔ کئی لوگ اپنے ہاں کئی طرح کے مناسک مناتے ہیں، جبکہ دوسرے مسلک کے لوگ وہ مناسک اُس طریق سے نہیں مناتے۔ مختلف مسالک، ملکوں اور سوسائٹی میں مناسک کو منانے کے جدا جدا طریقے ہوتے ہیں۔ اِن طریقوں سے غرض نہیں ہے۔ ہر طریقہ، ہر ایک اہل مسلک اور ہر ایک سوسائٹی، ہر ایک ملک کے ساتھ ہے، میں طریقہ کار کی نہیں بلکہ اس عمل کی روح کی بات کر رہا ہوں۔

میں ٹی وی پر سنتا ہوں کہ اہل سنت علماء امام حسینؓ اور شہادت امام حسین کا ذکر کرتے ہیں اور خدا جانے نادانستہ یا دانستہ، عیاری اور مکاری کے ساتھ یا خارجیت کے زیر اثر اِس طرح مقصد اور فلسفہ اور حق وباطل کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں نکل جاتے ہیں جیسے امام حسینؓ کی ذات سے سروکار ہی نہیں، مودت اہل بیت اِن کا موضوع ہی نہیں ہے۔ بے شک مقصد پر آئیں، پیغام دیں کہ حق وباطل کا معرکہ ہے، اسلام کو بچانے کی جنگ امام حسینؓ نے لڑی، اُس کے لیے ہم بھی لڑیں مریں، یہ سب اپنی جگہ حق ہے مگر at the same time اِس طرح ذکر کریں تا کہ محبت اہل بیت بھی سینوں اور دلوں میں اجاگر ہو۔

آقا ﷺ جب امام حسین کو کندھوں پر بٹھا کر گلی میں نکلتے ہیں اور صحابہ کرام دیکھ رہے ہیں اور آپ ﷺ اور پوری گلی میں، مجمع عام، سب کے سامنے زبان مبارک امام حسینؓ کے منہ میں ڈالتے ہیں، انہیں چومتے ہیں اور شہر مدینہ کے گلی کوچوں میں اعلان فرماتے کہ حُسَیْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَیْن تو اس سے آقا ﷺ ایک سنت قائم کر رہے ہیں، امت کو پیغام دینا چاہتے ہیں کہ دیکھو میری محبت حسینؓ کے ساتھ کیسی ہے۔۔۔ دیکھو میں اہل بیت سے کیسی محبت کرتا ہوں۔۔۔ میں نے تبلیغ دین، تبلیغ رسالت پر کوئی اجر نہیں مانگا سوائے اپنی قرابت کی محبت کے۔۔۔ اور وہ بھی اِس لیے نہیں مانگ رہا کہ حسینؓ میرا نواسہ ہے تم اِس سے محبت کرو، کوئی بدلے کے طور پر نہیں مانگ رہا، نہیں، بلکہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ حسینؓ سے محبت کرو گے تو تمہارا ایمان بچ جائے گا۔ اِس میں بھی تمہارے ایمان کی فکر کر رہا ہوں۔

میری اہل بیت سے محبت کرو گے تمہارا ایمان بچ جائے گا۔ یہ کشتی نوح ہے، جو اِس میں سوار ہوگیا وہ بچ گیا، جو رہ گیا وہ ڈوب گیا۔ میں اپنی قرابت اور اہل بیت کی محبت اور مودت کی تاکید بھی تمہارے بھلے کے لیے کر رہا ہوں، یہ تمہارے بھلے کے لیے ہے، اِس سے تمسک کروگے، اِس سے لپٹ جاؤ گے تو تمہارا اسلام اور تمہارا دین بچ جائے گا۔

منہاج القرآن کا کردار

اس صورت حال میں ضرورت اس امر کی تھی کہ کوئی تو ایسا ہونا چاہیے جو اِس وقت پُل (Bridge) کا کام کرے۔ وہ Bridge کا کام تحریک منہاج القرآن سرانجام دے رہی ہے۔ ہم دو انتہاؤں کی طرف جانے

والوں کو جوڑ کر اعتدال اور حق کا راستہ بتا رہے ہیں۔

منہاج القرآن کے علماء، رفقاء کارکنان کی ذمہ داری ہے کہ وہ محبت اہل بیت کو خوب خوب بیان کیا کریں کہ ہم پل Bridge ہیں، ہم سوسائٹی کو انتہاؤں کی طرف جانے سے بچانا چاہتے ہیں۔ لہذا اس فکر میں کبھی نہ ہوں کہ امام حسینؓ اور اہل بیت کا بڑی کثرت سے ذکر ہوگا تو لوگ باتیں کریں گے۔ نہیں، باتیں کرنے والے، تہمت لگانے والے دراصل آپ کو ایمان کی اِس عظیم دولت سے محروم کرنا چاہتے ہیں اور آقا ﷺ کی اِس سنت سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ یاد رکھیں! اہل بیت اطہار کے ساتھ محبت ہمارے دین کا مرکز nucleus ہے۔ آقا ﷺ نے فرمایا:

اہل بیت کی محبت سے میری محبت نصیب ہوتی ہے اور میری محبت سے اللہ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔

(حاکم، المستدرک، ۳: ۱۸۱، رقم: ۴۷۷۶)

یہ ایک سلسلہ ہے، جو ہمیں محبت الٰہی تک لے جاتا ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں اہل بیت اطہار کی محبت و تمسک عطا فرمائے، اُن کے طفیل آقا ﷺ کی محبت تک پہنچائے اور آقا ﷺ کی محبت کے صدقے سے اللہ تعالیٰ اپنی محبت عطا کرے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین ﷺ

❁❁❁❁❁

اظہار تعزیت: گذشتہ ماہ محترم ڈاکٹر محمد ناصر (صدر یوتھ لیگ کمالیہ) کی والدہ محترمہ، محترم فہیم خان (نائب ناظم TMQ کراچی) کی خوشدامن (حیدر آباد)، محترم سجاد (صدر MQI ہائی ویکمب UK) کی والدہ محترمہ، محترم ملک غلام حیدر (ناظم نشر و اشاعت جھنگ) کی تائی جان، محترم میاں ساجد (سیکرٹری جنرل PAT، PP85 گوجرہ) کے تایا جان، محترم محمد عمران (PP-85 گوجرہ) کے والد، محترم سید کاظم علی شاہ منہاجین (ٹوبہ ٹیک سنگھ) کی والدہ، محترم جاوید حسین شاہ (لائف ممبر TMQ گوجرہ) کی والدہ، محترم ڈاکٹر شفقت سعید (صدر TMQ گوجرہ) کی والدہ، محترم ذوالفقار علی (گوجرانوالہ) کے ماموں، محترم محمد منیر مغل (وزیرآباد) کی ہمشیرہ، محترم محمد علیم (چیچہ وطنی) کی نانی جان، محترم محمد افضل (چیچہ وطنی) کی چچی، محترم احسان اللہ وڑائچ (سمندری) کے والد، محترم اقبال مصطفوی (گکھڑ) کے والد، محترم محمد افضل گجر (گوجرانوالہ) کے بہنوئی، محترم مرزا سجاد حیدر (پھالیہ) کی والدہ، محترم طاہر شریف (حویلی لکھا) کے والد، محترم خالد محمود قادری (ضلعی امیر اوکاڑہ) کے تایا جان، محترم قاری مظہر فرید سیال (اوکاڑہ) کے چچا اور تایا جان، محترم عامر محمود (رینالہ خورد) کی تائی جان، محترم مظہر فریدی (پی پی 188) کے ماموں جان، محترم طاہر اشرف (حویلی لکھا) کی والدہ، محترم محمد ارشد جنجوعہ (حافظ آباد) کی والدہ، محترم میاں منظور حسین (صفدر آباد)، محترم امجد علی قادری (پی پی 169) کے کزن، محترم امجد علی قادری (خانقاہ ڈوگراں) کے کزن، محترم چوہدری محمد افضل (فیروز والا) کے کزن، محترم اسلم نذیر چدھڑ (شیخوپورہ) کی ساس، محترم حافظ محمد امجد (نوشہرہ ورکاں)، محترم سیف اللہ تارڑ (منڈی بہاؤالدین) کی والدہ، محترم حافظ محمد عرفان وڑائچ (منڈی بہاؤالدین) کی والدہ، محترم ممتاز علی قادری (چنیوٹ) کی کزن، محترم مختار احمد قادری (لالیاں) کے بھائی، محترم رانا معظم علی (بھوانہ) کے والد، محترم اظہر علی (چنیوٹ) کی والدہ اور ماموں، محترم طالب حسین مونہ (چنیوٹ) کے بھائی، محترم محمد رمضان عاصم (شورکوٹ) کی ہمشیرہ، محترم غلام مصطفےٰ فخری (حویلی لکھا) کی والدہ، محترم صاحبزادہ افتخار الحسن (شیخوپورہ) کے کزن، محترم یاسر محمود (شیخوپورہ) کے والد، محترم شاہد فاروق (ضلعی ناظم ٹوبہ) کے بہنوئی، چوہدری محمد اقبال وڑائچ (صدر منہاج یورپین کونسل زون 3) کی ہمشیرہ اور محترم سکندر نواز بھٹی (صدر TMQ سکھیکی منڈی) کے چچا جان قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرکزی سیکرٹریٹ اور گوشہ درود میں موجود احباب نے جملہ مرحومین کی مغفرت و بخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

الفقہ

آپ کے فقہی مسائل

قصر نماز کے احکام

مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی

قصر نماز کے بارے میں اکثر سوالات پوچھے جاتے ہیں، اس لیے ایک جامع جواب تیار کیا گیا ہے تاکہ لوگ خوب استفادہ کرسکیں۔ قصر نماز کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنَّ الْکٰفِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًاO (النساء، ۴: ۱۰۱)

’’اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز میں قصر کرو (یعنی چار رکعت فرض کی جگہ دو پڑھو) اگر تمہیں اندیشہ ہے کہ کافر تمہیں تکلیف میں مبتلا کر دیں گے۔ بے شک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔‘‘

یہاں یہ بات کسی کے ذہن میں آسکتی ہے کہ آج کل تو سفر اتنا مشکل نہیں ہے اور نہ ہی اکثر کفار کی طرف سے تکلیف میں مبتلا کرنے کا ڈر ہوتا ہے پھر نماز قصر کیوں کی جاتی ہے؟ اس کا جواب درج ذیل حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے ﴿اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز میں قصر کرو (یعنی چار رکعت فرض کی جگہ دو پڑھو) اگر تمہیں اندیشہ ہے کہ کافر تمہیں تکلیف میں مبتلا کر دیں گے﴾

فَقَالَ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَنْ ذٰلِکَ فَقَالَ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللهُ بِهَا عَلَیْکُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهُ.

’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے بھی اس بات پر تعجب ہوا تھا۔ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے (سفر میں تخفیف نماز کا) صدقہ کیا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے صدقہ کو قبول کرو!‘‘

(مسلم، الصحیح، ۱: ۴۷۸، رقم: ۶۸۶)

مقدار مسافت

قصر نماز کے لئے سفرِ شرعی کی مقدار کا جاننا بہت ضروری ہے۔ فقہاء کرام کے نزدیک وہ سفر جس میں نماز قصر کرنا واجب ہے اس کی مقدار متوسط چال کے اعتبار سے تین دن کی مسافت ہے جوکہ انسان یا اونٹ وغیرہ کی چال کے اعتبار سے ہے اور پورا دن بھی نہ چلے بلکہ صبح سے دوپہر تک چلے پھر پڑاؤ ڈال لے۔ موجودہ دور میں فقہاء کرام نے اس کی مسافت کا اندازہ کر کے ۴۸ میل مقرر کی ہے جو کہ کلو میٹر کے حساب سے تقریباً ۷۸ کلو میٹر بنتی ہے اب یہ ۴۸ میل یا تقریباً ۷۸ کلومیٹر معتبر ہے۔ اگر کوئی موٹر سائیکل، گاڑی یا جہاز وغیرہ پر بہت کم وقت میں یہ سفر طے کر لے تو اس کا بھی حکم وہی ہے یعنی وہ مسافر ہے۔

فقہاء احناف سفر شرعی کی مقدار کا تعین کرنے میں استدلال درج ذیل احادیث صحیحہ سے کرتے ہیں:

☆ حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ.

’’کوئی عورت تین دن کا سفر نہ کرے مگر اپنے محرم کے ساتھ۔‘‘ (بخاري، الصحيح، ۱: ۳۶۸، رقم: ۱۰۳۶)

☆ موزوں پر مسح کرنے والی حدیث مبارکہ سے بھی سفر شرعی تین دن ہی ثابت ہے۔ حضرت شریح بن ہانی ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر موزوں پر مسح کرنے کی مدت پوچھی، آپ نے فرمایا: حضرت علی بن ابی طالب ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کرو کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اکثر سفر میں رہا کرتے تھے۔ ہم نے حضرت علی ﷺ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ

جَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثَـلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ.

’’رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لیے تین دن اور تین راتوں کی اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات کی مدت مقرر فرمائی ہے۔‘‘

(مسلم، الصحيح، ۱: ۲۳۲، رقم: ۲۷۶)

☆ امام محمد ﷺ فرماتے ہیں:

قلت: أرأيت المسافر هل يقصر الصلاة في أقل من ثلاثة أيام قال لا قلت فان سافر مسيرة ثلاثة أيام فصاعدا قال يقصر الصلاة حين يخرج من مصره قلت ولم وقت له ثلاثة أيام قال لأنه جاء أثر عن النبي ﷺ أنه قال لا تسافر المرأة ثلاثة أيام إلا ومعها ذو محرم فقست على ذالک.

’’میں نے امام ابوحنیفہ ﷺ سے پوچھا کہ تین دن سے کم سفر میں مسافر قصر کرسکتا ہے؟ فرمایا: نہیں، میں نے پوچھا اگر وہ تین دن یا اس سے زیادہ مسافت کا سفر کرے؟ فرمایا اپنے شہر سے نکلنے کے بعد قصر کرنا شروع کر دے۔ میں نے پوچھا: تین دن کے تعیّن کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا: حدیث مبارکہ میں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی عورت تین دن کا سفر محرم کے بغیر نہ کرے میں نے اس مسئلہ کو عورت کے سفر پر قیاس کیا ہے۔‘‘

(محمد بن حسن شيباني، المبسوط، ۱: ۲٦٥)

☆ علامہ بدرالدین محمود العینی فرماتے ہیں:

’’امام محمد بیان کرتے ہیں کہ مسافت سفر میں یہ مراد نہیں ہے کہ دن رات سفر کرتے رہیں کیونکہ دن سفر اور رات آرام کے لیے ہے۔ اگر مسافر ایسے راستہ پر چلے جو تین دن کی مسافت کا ہو خواہ کسی اور راستہ سے اس مسافت کو ایک دن میں طے کرنا ممکن ہو قصر کرے۔ پھر تین دن کی مسافت کا فرسخ کی مقدار سے اندازہ کیا گیا ہے۔ بعض فقہاء نے اکیس فرسخ اندازہ کیا، بعض نے اٹھارہ فرسخ اور بعض نے پندرہ فرسخ، فتوی اٹھارہ فرسخ پر ہے۔ حضرات عثمان بن عفان، ابن مسعود، سوید بن غفلہ، شعبی، نخعی، ثوری، ابن حیّ، ابو قلابہ، شریک بن عبد اللہ، سعید بن جبیر اور محمد بن سرین ﷺ نے تین دن مسافت کا اعتبار کیا ہے۔‘‘ (عینی، عمدۃ القاري، ۷: ۱۱۹)

مدت قصر

☆ حضرت یحییٰ بن ابو اسحاق ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتَّى رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ قُلْتُ أَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا قَالَ أَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا.

’’ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف نکلے تو آپ ﷺ دو دو رکعتیں پڑھتے، یہاں تک کہ ہم مدینہ منورہ میں لوٹ آئے۔ میں نے کہا: آپ مکہ مکرمہ میں کچھ ٹھہرے؟ فرمایا: ہاں اس میں دس روز ٹھہرے۔‘‘

(بخاري، الصحيح، ۲: ٥٦١، رقم: ۱٤٧۲)

☆ حضرت عمر بن ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے مجاہد رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ فَأَرَادَ أَنْ يُقِيمَ خَمْسَ عَشْرَةَ لَيْلَةً سَرَّحَ ظَهْرَهُ، فَأَتَمَّ الصَّلَاةَ.

’’حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ جاتے اور پندرہ دن قیام کا ارادہ کرتے تو اپنی پشت کھول دیتے اور پوری نماز پڑھتے۔‘‘

(عبد الرزاق، المصنف، ٢: ٥٣٤، رقم: ٤٣٤٣)

☆ امام محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قلت أرأيت إن سافر ثلاثة أيام فصاعدا فقدم المصر الذي خرج إليه أيتم الصلاة؟ قال إن كان يريد أن يقيم فيه خمسة عشر يوما أتم الصلاة وإن كان لا يدري متى يخرج قصر الصلاة قلت ولم وقت خمسة عشر يوما؟ قال للأثر الذي جاء عن عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہما.

میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا اگر کوئی شخص تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت طے کر کے اس شہر میں پہنچ جائے جس کے لئے اس نے سفر کیا تھا تو کیا وہ پوری نماز پڑھے گا؟ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اس کی نیت پندرہ دن قیام کی ہے تو نماز پوری پڑھے گا اور اگر اس کو پتا نہ ہو کہ وہ کب تک قیام کرے گا تو قصر کرے۔ میں نے پوچھا آپ نے پندرہ دن کس دلیل سے متعین کئے ہیں؟ فرمایا: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے۔‘‘

(محمد بن حسن شيباني، المبسوط، ١: ٢٦٦)

لہٰذا احناف کے نزدیک سفر شرعی کے بعد کسی مقام پر پندرہ دن قیام کے ارادہ سے نماز قصر ختم ہو جائے گی۔ مگر پندرہ دن قیام کے ارادہ سے کسی مقام پر جاتے اور واپسی آتے ہوئے دوران سفر نماز قصر ہی واجب ہو گی۔ اور پندرہ دن سے کم مدت قیام کی نیت سے دوران قیام بھی نماز قصر واجب ہو گی۔

وطن کی اقسام اور احکام

وطن کی اقسام کون کون سی ہیں اور ان پر کیا احکام لاگو ہوتے ہیں، ذیل میں مکمل وضاحت دی گئی ہے:

الفقه الاسلامي و أدلته میں درج ہے:

يتبين أن الوطن الأ صلي للانسان يبطل إذا هاجر بنفسه وأهله ومتاعه إلى بلد آخر، فان عاد الى بلده الأول لعمل مثلاً، وجب عليه قصر الصلاة.

’’جب انسان اپنے وطن اصلی کو چھوڑ دیتا ہے۔ اہل و عیال اور اپنا سامان چھوڑ کر کسی اور شہر ہجرت کر جاتا ہے۔ اگر وہ اپنے پہلے شہر کی طرف کسی کام کے لئے آتا ہے تو اس پر نماز قصر واجب ہوتی ہے۔‘‘

مزید بیان کرتے ہیں:

اِنّ الوطن الأصلي يبطل بمثله، دون السفر عنه، بدليل أنه عليه السلام بعد الهجرة عد نفسه بمكة من المسافرين، أمالو سافر عنه إلى بلد آخر مدة مؤقته كأن ترك دمشق اِلى حلب، ثم عاد إليه فيتم الصلاة، لأن الوطن الأصلي لا يبطل حكمه بوطن الاقامة ولا بالسفر، لأن الشيء لا يبطل بما هو دونه، بل بما هو مثله أو فوقه.

’’وطن اصلی دوسرا وطن اصلی بنانے سے ختم ہو جاتا ہے۔ سفر سے وطن اصلی ختم نہیں ہوتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد مکہ میں آ کر اپنے آپ کو مسافر شمار کیا لیکن اگر کوئی وطن اصلی سے محدود مدت کے لئے دوسرے شہر کی طرف سفر کرے۔ مثلاً دمشق سے حلب چلا گیا پھر واپس اپنے وطن میں آ گیا تو نماز پوری ادا کی جائیگی۔ کیونکہ وطن اصلی کا حکم وطن اقامۃ کے سفر سے باطل نہیں ہوتا۔ کیونکہ کوئی شے اپنے سے کم درجہ کی چیز سے ختم نہیں ہوتی۔ بلکہ اپنے سے برابر یا اوپر والے درجے سے ختم ہوتی ہے۔‘‘

(وهبة الزحيلي، الفقه الاسلامي وأدلته، ٢: ١٣٦٥)

یعنی جہاں انسان کا گھر ہو اور بیوی بچے وغیرہ رہتے ہوں جیسے جائے پیدائش وغیرہ یہی وطن اصلی ہوتا ہے۔ اور یہ اس وقت تک رہتا ہے جب تک کسی دوسری جگہ پر اپنی رہائش اور اہل وعیال کو منتقل نہ کر دے اور اگر وہ وطن اصلی کے مکان، زمین وغیرہ فروخت کر دے اور دوسری جگہ پر اہل وعیال کے ساتھ مستقل طور پر سکونت اختیار کرلے۔ تو پہلا وطن اصلی ختم ہو جائے گا۔ اور دوسرا وطن اصلی بن جائے گا۔ اس صورت میں پہلے وطن اصلی کی طرف کبھی جانا ہو تو آدمی مسافر ہی رہے گا۔ جیسے کسی اور علاقے کی طرف سفر پر جائے جب تک ۱۵ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے، مسافر رہے گا اور نماز قصر کرے گا۔ اور چونکہ دوسرا وطن اس کے لئے وطن اصلی ہے اس لئے جب واپس گھر آئے گا تو سفر اور قصر ختم ہو جائے گا۔

اگر کوئی اپنے وطن اصلی سے ملازمت، کاروبار، سیر و سیاحت یا تعلیم کی خاطر کسی دوسری جگہ چلا جائے اور کسی ایک شہر میں کم سے کم ۱۵ دن ٹھہرنے کا ارادہ کر لے تو سفر اور قصر دونوں ختم ہو جائیں گے اور یہ وطن اقامت ہوگا۔ اور نماز پوری ادا کرے گا۔ جب کبھی اپنے کام سے فارغ ہو گا تو اس وطن اقامت سے وطن اصلی یعنی اپنے گھر آئے گا۔ تو اقامت کی نیت کرے یا نہ کرے مقیم ہو جائے گا۔ سفر اور قصر کے احکام ختم ہو جائیں گے۔

خلاصہ یہ کہ وطن اصلی دوسرے وطن اصلی سے ختم ہو جائے گا۔ لیکن وطن اقامت سے وطن اصلی ختم نہیں ہوگا۔ وطن اصلی میں بھی مکمل نماز اور وطن اقامت میں بھی مکمل نماز ادا کی جائے گی۔ ہاں وطن اقامت دوسرے وطن اقامت یا وطن اصلی سے ختم ہوجاتا ہے۔ چاہے یہ صورت ملازمین کو پیش آئے، سیر و سیاحت والوں کو پیش آئے، تاجروں کو پیش آئے، طالب علموں کو پیش آئے یا کسی اور کو پیش آئے۔

قصر نماز کا طریقہ

قصر کی اجازت صرف فرائض میں ہے جہاں تک بقیہ نماز کا تعلق ہے اس میں قصر نہیں ہوتی البتہ اس کی ادائیگی کی دو صورتیں ہیں یعنی خوف اور رواداری کی حالت میں بقیہ نماز ادا نہیں کی جائے گی جبکہ حالت امن میں مکمل طور پر ادا کی جائے گی۔ متعدد احادیث مبارکہ میں صراحت کے ساتھ اس بات کا ذکر موجود ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے سفر کے دوران بقیہ نماز بھی ادا فرمائی ہے۔

نیز ایسی احادیث بھی ملتی ہیں جن میں ذکر ہے کہ حضور سفر کے دوران فقط دو رکعت فرض ادا کرتے یعنی صرف فرائض میں قصر کرتے تھے بقیہ نماز ادا نہ فرماتے۔

فقہاء کرام نے ان ہر دو طرح کی احادیث کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ

☆ **ولاقصر في السنن كذا في محيط السرخسي وبعضهم جوزوا للمسافر ترك السنن والمختار أنه لايأتي بها في حال الخوف ويأتي بها في حال القرار والأمن.**

''اور سنتوں میں قصر نہیں ہے جیسا کہ امام سرخسی کی کتاب محیط میں ہے۔ اور بعض فقہاء سنتیں ترک کرنا جائز قرار دیتے ہیں اور قول مختار یہ ہے کہ مسافر خطرہ کی حالت میں سنتیں ادا نہیں کرے گا مگر حالت امن اور سکون میں ادا کرے گا۔''

(الشيخ نظام وجماعة من علماء الهند، الفتاوى الهندية، ۱: ۱۳۹)

☆ **ويأتي المسافر بالسنن إن كان في حال أمن وقرار وإلا بأن كان في خوف وفرار لا يأتي بها هو المختار لأنه ترك لعذر.**

''مسافر اگر حالت امن وقرار میں ہے تو پوری سنتیں ادا کرے اور اگر خوف وفرار میں ہے تو ادا نہ کرے۔ یہی قول مختار ہے کہ اس نے عذر سے ادا نہیں کیں۔''

(حصكفي، الدر المختار، ۲: ۱۳۱)

لہٰذا مسافر فرائض میں قصر کرے گا، سنن ونوافل بآسانی ادا کرسکتا ہو تو کرلے، باعث اجروثواب ہے اور وتر میں قصر نہیں ہے۔

متفرق مسائل

☆ جو شخص سفر شرعی کے ارادہ سے شہر کی حدود سے نکل جائے گا اس کے لئے قصر ثابت ہو جائے گی اور واپس لوٹے گا تو شہر کی حدود میں داخل ہوتے ہی اس پر پوری نماز ادا کرنا لازم ہوگی۔

☆ اگر کسی شخص کا ارادہ پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ہو اور وہ پندرہ دن سے زیادہ ٹھہر جائے تو مسافر ہی ہوگا قصر واجب ہوگی۔

☆ اگر بالکل ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو بلا ارادہ کئی ماہ بھی ٹھہر جائے تو قصر ہی کرے گا مثلاً یہ ارادہ کرتا ہے شام کو چلا جاؤں گا یا صبح چلا جاؤں گا لیکن دن زیادہ گزر جاتے ہیں تو وہ مسافر ہی ہوگا۔

☆ اگر پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے مگر وہ مقام ٹھہرنے کا نہ ہو مثلاً دریا یا جنگل ہو پھر بھی قصر واجب ہے۔

☆ اگر پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ ہو مگر دو جگہ پر اور اُن میں اتنا فاصلہ ہو کہ ایک جگہ کی اذان دوسری جگہ نہیں سنائی دیتی تو پھر بھی قصر واجب ہے۔ مثلاً دس دن مدینہ منورہ میں اور دس دن قبا میں ٹھہرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ ہاں اگر دن کو مختلف جگہ پھرتا ہے رات ایک جگہ ہی رہتا ہے مثلاً مدینہ منورہ میں تو پھر نیت اقامت معتبر ہوگی اور پوری نماز پڑھے گا، قصر جائز نہیں ہوگی، اور اقامت میں اعتبار رات کا ہوتا ہے۔

☆ مقیم مسافر کی اقتداء کرسکتا ہے چاہے نماز ادا ہو یا کہ قضاء ہو۔ امام مسافر دو رکعات پر سلام پھیر دے گا اور مقتدی کھڑا ہو کر اپنی نماز پوری کرے گا۔

❁❁❁❁❁

(انتقالِ پُرملال)

گذشتہ ماہ مرکزی سیکرٹریٹ پر خدمات سرانجام دینے والے درج ذیل احباب کے اعزا و اقارب قضائے الٰہی سے انتقال کرگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

☆ محترم سید الطاف حسین شاہ گیلانی (نائب ناظم اعلیٰ) کے جواں سال بیٹے محترم سید عاصم حسین گیلانی

☆ محترم ساجد محمود بھٹی (مرکزی سیکرٹری کوآرڈینیشن پاکستان عوامی تحریک) کی والدہ محترمہ (گوجر خان)

☆ محترم محمد سمیع اللہ قادری (سابق نائب امیر تحریک) کی اہلیہ محترمہ

☆ محترم حفیظ الرحمٰن (ڈپٹی ڈائریکٹر نظامت تمویلات) کے سسر (لاہور)

☆ محترم محمد اشفاق انجم (کمپیوٹر آپریٹر مجلّہ آفس) کے کزن محترم منظور حسین (کوٹ لکھپت لاہور)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری، محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، محترم امیر تحریک صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی، ناظم اعلیٰ محترم خرم نواز گنڈا پور، محترم جی ایم ملک (ڈائریکٹر امور خارجہ) اور جملہ مرکزی قائدین و سٹاف ممبران نے مرحومین کے انتقال پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی مغفرت و بخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل و اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

حکمرانوں کے لئے ایک روشن مینار

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عہدِ زریں

یکم محرم الحرام یوم شہادت فاروق اعظمؓ کی مناسبت سے خصوصی تحریر

حافظ احمد جمال ناصر☆

امن و سکون اور بنیادی ضروریات کا حصول عوام کا حق ہے اور ان کی فراہمی حکمرانوں کا فرض اور یہی رفاہِ عامہ کا بنیادی فلسفہ ہے۔ امن و سکون اور احساسِ تحفظ آج کے دور میں ناپید ہوتا چلا جارہا ہے۔ حکمران Good Governance (بہترین طرز حکومت) کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر اس کے عملی مظاہر ہمیں کہیں بھی نظر نہیں آتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کے حکمران ذاتی مفادات کو قومی مفادات پر ترجیح دیتے ہیں، قومی اداروں کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں، قانون و آئین کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے اور اپنی نااہلیت و کرپشن چھپانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

اسلام کی تاریخ میں حضرت عمر فاروقؓ کا زمانہ ایک ایسا عہدِ زریں ہے جو کہ رہتی دنیا تک تمام حکمرانوں کے لئے ایک روشن مینار کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ اسلامی تاریخ میں پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے ریاست کو باقاعدہ منظّم شعبہ جات دیئے اور بعد ازاں بہت سی اصلاحات نافذ کیں۔ ان اقدامات سے جہاں لوگوں کو تحفظ اور امن و امان فراہم ہوا وہیں کئی لوگوں کو مستقل روزگار فراہم ہو گیا۔ معمول کے حالات ہوں یا ہنگامی حالات قحط، سیلاب، زلزلہ اور جنگ ہر دو حالات میں عوام کی رفاہ و بہبود کے لیے تاریخی اقدامات کئے گئے۔ رفاہِ عامہ کے وسیع تر مقاصد کے حصول کے لئے حضرت عمر فاروقؓ کے چند اقدامات کا ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے:

1۔ محکمہ پولیس کا قیام

اندرونی خلفشار اور برائیوں پر قابو پانا ایک اچھے حکمران کی ضرورت ہوا کرتا ہے۔ سیدنا فاروق اعظم نے اس مسئلہ کے حل کے لیے پولیس کے محکمہ کی بنیاد رکھی اور لوگوں کو فوری اور آسان انصاف کی فراہمی اور جرائم کی روک تھام کے لیے اس محکمے کو منظم کیا۔ سیدنا فاروق اعظم نے لوگوں کی فلاح اور بہتری کے لیے بہت سے ایسے قوانین نافذ کیے جن کا تقاضا انسانی اخلاقیات کرتی ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے قیام امن کی خاطر پولیس کے محکمے کی بنیاد رکھی۔ اس سے پہلے شہروں اور قصبوں کی اندرونی حفاظت کا انتظام لوگ خود ہی کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے پہرے داروں کا تقرر کیا جن کا کام راتوں کو گشت کرنا اور تاریکی کے اوقات میں حفظ امن تھا۔ اس محکمہ کے ساتھ جیل بھی قائم کی۔ عرب میں اس سے پہلے جیل کا رواج نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے مختلف شہروں میں جیل خانے قائم کیے اور بعض جرائم کی سزاؤں میں ترمیم کر

☆ h4nasir@gmail.com

کے قید کی سزا مقرر کی۔ مثلاً عادی شرابیوں کو شرعی حد جاری کرنے کے بعد جیل میں بھیجا جانے لگا۔ حضرت عمرؓ کے قائم کردہ محکمہ پولیس کے آفیسر کو ''صاحب الاحداث'' کہتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوھریرہؓ کو بحرین میں پولیس کے اختیارات دیے، تاکہ دکاندار ناپ تول میں دھوکا نہ دیں، کوئی آدمی سڑک پر مکان نہ بنالے، جانوروں پر زیادہ بوجھ نہ لادا جائے، علانیہ شراب نہ بکے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن عتبہؓ کو بازار کی نگرانی کے لیے مقرر کیا۔ (شبلی نعمانی، الفاروق، ۲:۳۰۷)

فاروق اعظم ﷺ نے نظام پولیس کے تحت عربوں کے برے اخلاق کی اصلاح بھی کی۔ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ لوگ اپنے انساب پر فخر وغرور اور عام لوگوں کی حقارت، ہجو اور بدگوئی کرتے تھے۔ حضرت عمر ﷺ نے مساوات کا اس درجہ خیال رکھا کہ آقا وخادم کی تمیز اٹھا دی۔ ہجو کو ممنوع قرار دے دیا۔ شعر وشاعری کو روک دیا۔ کیونکہ عشق و ہوا پرستی کا یہ بہت بڑا ذریعہ تھا۔ شعراء کو تشبیب (عورتوں کی نسبت عشقیہ اشعار) لکھنے کی ممانعت کر دی۔ روک تھام کی غرض سے شراب نوشی کی سزا بڑھا دی۔ پہلے شراب نوش کو ۴۰ درے مارے جاتے تھے انہوں نے ۸۰ درے مارے جانے کا حکم دے دیا۔ الغرض فاروق اعظم ﷺ نے اسلام کو اسی حیثیت سے چلایا، جس پاک اور مقدس طریقہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس کی بنیاد ڈالی تھی۔ ان سب باتوں سے یہ اثر پیدا ہوا کہ باوجود ثروت، دولت اور وسعت کے اس زمانے میں لوگوں نے اسلامی تعلیمات کو ہمیشہ مقدم رکھا۔

2۔ عہدۂ قضاء کی ابتداء

حضور نبی اکرم ﷺ کے دور میں مسلمانوں کو جب کسی معاملے میں مشکل پیش آتی تو اس کے حل کے لیے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کے بعد یہ سلسلہ حضرت ابو بکر ﷺ کے دور میں بھی جاری رہا مگر عدل سے متعلق کوئی باقاعدہ ادارہ قائم نہیں ہوا۔ حضرت عمر ﷺ کے دور میں قاضیوں کا باقاعدہ تقرر کیا جاتا تھا، ان کی تنخواہ بھی متعین کی جاتی تھی، عدل کا معیار بھی چیک کیا جاتا تھا اور اس منصب کے لیے اہلیت کو بھی دیکھا جاتا تھا۔ حضرت عمر ﷺ نے سب سے پہلے منصب عدل کی ابتدا کی۔

عدالت میں عدل قاضی کے ذریعے ہی ممکن ہے، مگر قاضی کیلئے نظم ونسق اور قواعد وضوابط کا ہونا ضروری ہے۔ اس لیے حضرت عمر ﷺ نے ملک کے اطراف و اکناف میں قضاء کے منصب پر فائز لوگوں کو تحریری ہدایات فرمائیں۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری ﷺ (گورنر) کو منصب قضاء سے متعلق تحریری احکام صادر فرماتے ہوئے لکھا:

فإن القضاء فريضة محكمة وسنة متبعة فافهم إذا أدلي إليك فإنه لا ينفع تكلم بحق لا نفاذ له. (دارقطني، السنن، ۴:۲۰۷، رقم: ۱۶)

''قضاء (عدالتی فیصلہ) محکم فریضہ اور اتباع کی جانے والی سنت ہے۔ پس سمجھ لے کہ جب تیرے سر پر کوئی فیصلہ ڈالا جائے تو محض ایسے حق بتا دینے سے کوئی نفع نہیں جس کو نافذ العمل نہ کیا جائے''۔

حضرت عمر فاروق ﷺ نے قاضیوں کے انداز اور کردار سے متعلق فرمایا:

آس بين الناس في مجلسك وفي وجهك وعدلك حتى لا يطمع شريف في حيفك ولا ييأس ضعيف.

(نمیری، اخبار مدینۃ، ۱:۴۱۱، رقم ۱۳۲۵)

'' لوگوں کے درمیان اپنے چہرے سے، اپنی نشست و برخاست سے اور اپنے فیصلے سے امید دلائے رکھو تاکہ کوئی معزز آدمی تیرے ظلم کی وجہ سے بری طمع نہ

کرے اور کوئی کمزور آدمی تیرے عدل سے مایوس نہ ہو‘‘۔

حضرت عمر ﷛ نے ان تمام امور کا اتنے احسن انداز سے انتظام کیا کہ اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا تھا۔ قانون کے بنانے کی تو کوئی ضرورت نہ تھی۔ اسلام کا عملی قانون قرآن مجید کی صورت میں موجود تھا البتہ چونکہ اس میں جزئیات کا احاطہ نہیں، اس لیے حدیث و اجماع و قیاس سے مدد لینے کی ضرورت تھی۔ نیز حضرت عمر ﷛ کی ہدایات کی روشنی میں اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷛ ملک میں عدل و انصاف کے لیے بہت زیادہ سنجیدہ اور مخلص تھے۔

جج کا کردار

حضرت عمر ﷛ جب منصب عدل پر فائز ہوتے تو اس بات کی پرواہ نہ کرتے کہ فیصلہ کس کے حق میں ہوگا یا کس کے خلاف ہوگا؟ یہی اللہ کا فرمان اور دین کا طرہ امتیاز بھی ہے۔ اس طرح انسان بے باکی اور حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور عدل و انصاف کرتے ہوئے رشتہ داروں اور دوستوں کا بھی لحاظ نہیں ہوتا۔ حضرت عمر بن الخطاب ﷛ نے ارشاد فرمایا:

ما أبالي إذا اختصم إلي الرجلان لأيهما كان الحق. (الطبقات الکبری، ۳: ۲۹۰)

’’جب میرے پاس دو شخص اپنا کوئی مقدمہ لے کر آتے ہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ حق کس کی طرف ہو‘‘۔

اسلامی معاشرے میں عدل وانصاف کی بہت بڑی اہمیت ہے اس کی اہمیت کو قرآن کریم بھی متعدد جگہوں پر ارشاد فرماتا ہے تاکہ معاشرہ امن وسکون کا گہوارا بن سکے۔ حضرت عمرؓ اپنے دور میں عدل کے قیام کے لیے اپنے عمال کو ہمیشہ نصیحتیں فرماتے تھے۔ آپ نے عمال کے نام ایک خط لکھا جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

’’حضرت عمر بن خطاب ﷛ نے (عامل گورنروں) کو لکھا: لوگوں کو اپنے نزدیک حق میں برابر رکھو۔ ان کا قریبی اور دور والا برابر ہے اور ان کا دور والا بھی ان میں سے قریب ترین کے برابر ہے۔ نیز رشوت سے بچو، خواہش پر فیصلہ کرنے سے بچو اور غصے کے وقت لوگوں کی پکڑ کرنے سے اجتناب کرو اور حق کو قائم کرو خواہ دن کے کچھ حصہ میں کیوں نہ ہو‘‘۔ (کنز العمال، ۵: ۳۲۰، رقم: ۱۴۴۴۴)

حضرت عمر نہ صرف جج کو تعینات کرتے تھے بلکہ اس کو ایسی ہدایات کے ساتھ نوازتے تھے کہ اس سے منصب قضاء پر اعتماد مضبوط ہوتا تھا اور ہر طرح کی معاشرتی برائیوں سے بچنے کا راستہ بھی اس میں موجود ہوتا تھا۔ یہی ہر دور کا تقاضا ہے جیسا کہ ابن عساکر نے بیان کیا ہے:

قال عمر لشريح حين استقضاه لا تشار ولا تضار ولا تشتر ولا تبع ولا ترتش

(تاریخ مدینۃ دمشق، ۲۳: ۲۱)

’’حضرت عمر ﷛ نے جب قاضی شریح کو منصب قضاء پر فائز کیا تو فرمایا: اب تم خرید وفروخت نہ کرنا، کسی کو نقصان نہ دینا اور نہ رشوت لینا‘‘۔

دوران خلافت عدالت میں پیشی

حضرت عمرؓ اور حضرت ابی بن کعب ﷛ کے درمیان کسی چیز سے متعلق آپس میں جھگڑا تھا، حضرت عمر ﷛ نے فرمایا: آپ اپنے اور میرے درمیان کسی کو ثالث مقرر کر لیں، چنانچہ دونوں نے حضرت زید بن ثابتؓ کو اپنا فیصل مقرر کر لیا۔ پھر دونوں ان کے پاس چل کر آئے۔ حضرت عمر ﷛ نے ارشاد فرمایا: ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ تم ہمارے درمیان فیصلہ کردو۔ جب دونوں حضرات حضرت زید بن ثابت ﷛ کے پاس پہنچ گئے تو آپ ﷛ نے اپنے بچھونے پر حضرت عمر ﷛ کے لئے جگہ چھوڑ دی اور بولے: اے امیر المومنین! یہاں آیئے، حضرت عمر بے شک خلیفہ وقت تھے مگر اس وقت

ایک سائل کی طرح حاضر تھے۔ حضرت زید کے اس طرز عمل پر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا:

ھذا أول جور جرت فی حکمک أجلسنی وخصمی.

’’یہ پہلا ظلم ہے (جو تم نے اپنے فیصلے میں ظاہر کیا ایسی صورت میں) میں اپنے فریق کے ساتھ بیٹھنا پسند کروں گا‘‘۔ (ابن جعد، المسند، ۱: ۲۶۰، رقم: ۱۷۲۸)

اس کے بعد آپ دونوں حضرات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کسی چیز کے متعلق دعوی ظاہر کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ قاعدہ کے مطابق ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر گواہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قسم آتی تھی لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو فرمایا: امیر المؤمنین کو قسم اٹھانے سے تم معاف رکھو اور ان کے علاوہ میں کسی اور کے لئے ایسا مطالبہ کبھی نہ کرتا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے از خود قسم اٹھالی۔ معاملہ حل ہوجانے کے بعد حضرت عمرؓ نے قسم کھائی کہ جب تک عمر زندہ ہے زید کبھی عہدہ قضاء پر فائز نہیں ہوسکتا کیونکہ عمر کے نزدیک تمام مسلمانوں کی عزت و آبرو برابر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عدل وانصاف کرنے میں کسی سے بھی رعایت نہ برتتے تھے۔ آقا وغلام اور اپنے پرائے سب کے ساتھ یکساں سلوک ہوتا تھا۔ شروع شروع مین انتظامی اور عدالتی عہدے ایک ہی شخص کے ماتحت ہوتے تھے مگر بعد میں انصاف کا محکمہ الگ کر دیا گیا۔ اس محکمہ کو قضاء کا محکمہ کہتے تھے۔ تمام ضلعوں میں عدالتیں قائم کی گئیں اور قاضی مقرر ہوئے۔ مقدمات کا فیصلہ قرآن و سنت کی روشنی میں کیا جاتا اور اگر کسی معاملہ میں قرآن وسنت خاموش ہوں تو ایسی صورت میں اجتھاد سے کام لے کر فیصلہ کر دیا جاتا تھا۔

3۔ بیت المال کا مثالی اور باقاعدہ نظام

عہد فاروقی میں بیت المال باقاعدہ ایک نظام کی صورت میں قائم ہوا۔ اس سے متعلق علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں:

ولم یکن النبی ﷺ بیت المال ولا لابی بکر الصدیق و اول من اتخذ بیت المال عمر بن الخطاب (مناقب امیرالمومنین عمر بن خطاب، ۸۷)

’’حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ادوار میں بیت المال (واضح) ادارہ کی صورت میں نہ تھا سب سے پہلے بیت المال کا قیام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا‘‘۔

صوبہ جات اور اضلاع کے حکام کو یہ ہدایت تھی کہ وہاں کے ضروری مصارف کے لئے رقم نکال کر بقیہ جس قدر ہو سال تمام ہونے پر مدینہ منورہ کے بیت المال میں بھیج دیا کریں۔ چنانچہ عمرو بن العاص والئ مصر کو ایک فرمان لکھا جس کے یہ الفاظ تھے:

فاذا حصل الیک و جمعه اخرجت منه عطاء المسلمین وما یحتاج الیه ما لا بل منه ثم انظر فما فضل بعد ذلک فاحمله الی.

(شبلی نعمانی، الفاروق: ۲۳۲)

’’یعنی جب تجھ کو کل مالیہ وصول ہو جائے اور تو اس کو جمع کر لے اور اس میں سے مسلمانوں کے وظائف اور ضروری مصارف نکال لے۔ اس کے بعد جو کچھ ہو اس کو میرے پاس بھیج دے‘‘۔

بیت المال میں جو کچھ آمدنیاں آتی تھیں ان کا حساب وکتاب نہایت صحیح طور سے مرتب کیا جاتا تھا۔ اکثر اوقات خود فاروق اعظم رضی اللہ عنہ زکوۃ اور صدقہ کے مویشیوں کو شمار کرتے اور ان کا رنگ، حلیہ، عمر دیکھ کر لکھا کرتے تھے۔

ذرائع آمدن کے استعمال کا قانون

حضرت عمر فاروق کے زمانہ میں بیت المال کی

آمدنی زکوٰۃ، عشر، جزیہ، خراج اور مالِ غنیمت پر منحصر ہوتی تھی اور یہ تمام کفالت کے معاشرتی قانون کے تحت مستحق افراد پر خرچ کر دی جاتی تھی۔ پس جب ملک وسیع ہو گیا اور آمدنی بڑھ گئی اور دفاتر بنائے گئے تو تمام مستحق افراد کی رجسٹریشن ہوئی۔ حضرت عمر فاروق ﷺ نے فرمایا:

ما أحد من المسلمین إلا له في هذا المال حق.

(ابوعبید، قاسم بن سلام، کتاب الاموال، ۲۸۳، رقم ۵۲۵)

''مسلمانوں میں سے ہر ایک کے لئے اس مال میں حق ہے۔''

پھر اس کے بعد انتہائی توجہ کے ساتھ دیوان تشکیل دیا گیا اور بیت المال کو مختلف ڈیپارٹمنٹس (شعبوں) میں تقسیم کیا گیا اور ہر ڈیپارٹمنٹ کے لیے بجٹ خاص کر دیا گیا جس کو مختلف مدات پر خرچ کیا جاتا تھا۔ امام کاسانی ؒ نے اپنی کتاب بدائع الصنائع میں ان کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''جو مال بیت المال میں بطور بجٹ رکھا جاتا تھا، اس کی چار اقسام ہیں:

۱۔ چراگاہ میں چرنے والے مویشیوں کی زکوٰۃ، عشر، مسلمان تاجروں سے حاصل کردہ ٹیکسز (Taxes)

۲۔ مال غنیمت اور زمین کے اندر سے چھپے ہوئے خزانوں میں پانچواں حصہ (جس کو فقراء، مساکین اور یتیم لوگوں پر خرچ کیا جاتا ہے)۔

۳۔ زمین کا خراج، جزیہ اور اس طرح کی دوسری چیزیں جو مذہبی سکالرز پر اور مفادِ عامہ (Common interests) کے لئے خرچ کی جاتی ہیں۔ اس میں جج صاحبان اور فوج کی تنخواہیں شامل ہیں اور سڑکوں، مساجد، چھوٹی نہروں، پلوں اور ڈیم کی تعمیر کا خرچ بھی شامل ہے۔

۴۔ وہ مال جو ایسی میت کی وراثت سے لیا جائے جس کا مرنے کے بعد کوئی حقیقی وارث نہ ہو یا اس نے ایک خاوند یا بیوی چھوڑی ہو۔ ایسے اموال فقیروں، مریضوں کی ادویات، ان کے علاج اور مرنے والوں کے کفن خریدنے پر خرچ کئے جاتے ہیں۔ اس طرح یہ مال لاوارث اور معذور افراد پر اور قاتل کی طرف سے واجب دیت کی ادائیگی پر خرچ کیا جاتا ہے اور اسی طرح جو کمانے سے عاجز ہو اور اس کے ذمہ (اپنے خاندان کا) نفقہ بھی ہو (تو اس پر بھی یہ اموال خرچ کئے جاتے ہیں)۔

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ معاشرتی کفالت کے منصوبوں کی مالی سپورٹ ان سابقہ قوانین پر ہی depend نہیں کرتی بلکہ بیت المال کی بنیادی ذمہ داری معاشرتی کفالت کو یقینی بنانا ہے۔ بیت المال کے دیگر ذرائع آمدنی (Sources of Income) بھی ہیں کہ جن سے ملازمین کی تنخواہیں ادا کی جاتی ہیں اور دفاع پر بھی خرچ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ عمرانی منصوبہ جات اور وسائل نقل وحرکت پر خرچ ہوتا ہے۔ اس چیز کی تائید سیدنا عمر فاروق ﷺ کے اس قول سے بھی ہو جاتی ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں میں سے کوئی ایسا (مستحق) آدمی نہیں کہ جس کا بیت المال میں حق نہ ہو۔

(ابوعبید، قاسم بن سلام، کتاب الاموال، ۳۱۰، رقم: ۶۰۹)

4۔ فاروقی جذبۂ خدمت خلق

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ بصرہ سے دس لاکھ کی رقم لے کر دربار فاروقی میں حاضر ہوئے تو آپ نے مسرت و تعجب سے فرمایا تم جانتے ہو دس لاکھ کتنا ہوتا ہے؟ فرمایا ایک لاکھ پر ایک لاکھ اس طرح دس مرتبہ کیا۔ حضرت فاروق اعظم ﷺ نے فرمایا: اگر یہ صحیح ہے تو اب ہر شخص تک وظیفہ پھیل جائے گا، ہر شخص کی مالی ضروریات پوری کی جائیں گی اور حضرت عمر ﷺ نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ قسم کھا کر معاشی تحفظ کے حوالے سے یہ تاریخی جملے فرمائے:

واللہ لئن بقیت لهم لیأتین الراعی بجبل صنعاء حظه من هذا المال وهو یرعی مکانه

(مسند احمد، ۱:۴۲، رقم:۲۹۲)

’’اللہ کی قسم! اس مال کو جمع نہیں رکھوں گا، ہر (مستحق) شخص کو اس سے وظیفہ اس کے گھر پہنچادونگا۔ مقامِ صنعاء (یمن) کی پہاڑیوں پر رہنے والے چرواہوں کو اس مال سے وظیفہ ان کے گھروں تک پہنچایا جائے گا۔‘‘

رفاہِ عامہ کے لیے حضرت عمر فاروقؓ کا سب سے بڑا اقدام بیت المال کے ادارے کا قیام ہے جس سے شیر خوار بچوں سے لے کر بزرگ اور معذور افراد تک کو وظیفہ ملتا تھا۔ اسلامی ریاست میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو بے روزگاری کی وجہ سے افلاس کا شکار ہو۔ حضرت عمر فاروقؓ نے بیت المال کے ادارے کو اتنا شفاف اور منظم کر دیا تھا کہ ایک پائی تک ادھر ادھر نہ ہوتی اور حق دار کو اس کا حق ہر صورت میں مل جایا کرتا تھا۔ بلاشبہ یہ اقدام رفاہی خدمات میں ایک بہت بڑی اور قابل قدر خدمت ہے۔

5۔ عہد فاروقی میں نئے شہروں کا قیام

آبادی اور رہائش انسانی زندگی کا ایک اہم ترین مسئلہ ہے اور تیزی سے بڑھتی ہوئی انسانی آبادی کے باعث شہر میں آبادی کا تناسب زیادہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے بہت سے مسائل جنم لیتے ہیں جن میں سب سے اہم Law and Order کی صورت حال کا خراب ہونا ہے۔ ظاہر ہے ایک زیادہ بڑی آبادی کو منظم رکھنا زیادہ مشکل کام ہے۔ اس کے لیے منظم رکھنے والے اداروں کو بھی اسی تناسب سے بڑا اور بھرپور ہونا چاہیے۔

اسلامی ریاست میں سیدنا فاروق اعظم وہ خلیفہ ہیں جنھوں نے ایک مخصوص تعداد میں آبادی کے بڑھنے کے بعد نئے شہر بسانے کی پالیسی پر عمل کیا۔ اس سے پہلے نئے شہروں کا قیام اتفاقاً یا فوجی ضروریات کے تحت عمل میں آتا تھا۔ یہ نبوی تعلیمات کا ہی نتیجہ تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے رفاہِ عامہ کے پیش نظر کئی نئے شہر بسائے تاکہ بڑھتی ہوئی آبادی کے باعث انتظامی صورت حال خراب نہ ہو اور لوگوں کی فلاح و بہبود پر اثر انداز نہ ہو۔

عہد فاروقی میں نئے قائم ہونے والے شہر کوفہ، بصرہ موصل اور فسطاط ہیں۔ ان کے قیام کی وجوہات دو طرح کی ہے:

۱۔ عرب مجاہدین کو مختلف علاقوں کی آب وہوا موافق نہیں آتی تھی، اس کی وجہ سے ان کی صحت اور ان کے چہرے کے رنگ میں نمایاں فرق محسوس ہوتا تھا۔

۲۔ دوسری وجہ فوجی مہمات کے پیش نظر ایسی جگہ کی ضرورت تھی جہاں فوجی چھاؤنیاں قائم ہوسکیں تاکہ محاذ جنگ پر آنا جانا آسان ہو جائے اور دشمن کے لیے یہ چھاؤنیاں دفاع کا کام دے سکیں۔

کوفہ اور بصرہ کے مکانات حضرت عمرؓ کی اجازت سے گھاس پھونس اور بانس سے بنائے گئے تھے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد کوفہ اور بصرہ میں آگ لگ گئی اور تمام مکانات جل کر راکھ ہو گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عمرؓ سے اینٹ اور گارے کی عمارتیں بنانے کی اجازت طلب کی، اس پر حضرت عمر فاروقؓ نے اجازت دی لیکن یہ شرط عائد کر دی کہ:

افعلوا ولا يزيدن أحدكم على ثلاثة أبيات

’’کوئی ایک بھی شخص تین کمروں سے زیادہ پر مشتمل مکان نہ بنائے‘‘۔ (تاریخ الامم والملوک، ۲:۴۷۹)

اس شرط کی وجہ سے تمام لوگوں کے گھر ایک ہی جیسے ہو گئے، سب کے حالات یکساں ہو گئے، امیر اور غریب کے فرق کا خاتمہ ہوگیا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے جب نئے شہر آباد کیے تو ان سے متعلق تمام سہولیات کو پیش نظر رکھ کر تعمیر کی گئی۔ حضرت عمر کے دور میں نئے شہروں کو آباد کرنے کی حکمت کو اگر بغور دیکھا جائے تو اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کام باقاعدہ منظم طریقے سے کرتے تھے۔

جیسا کہ آج کے دور میں یورپ میں جب بھی کوئی شہر آباد کیا جاتا ہے تو پہلے اس کا مکمل سروے کر کے ایک ماڈل بنایا جاتا ہے جس میں ساری سہولیات اور آسائش کو واضح کیا جاتا ہے پھر اس کے مطابق اس کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس سارے فارمولے اور کام کی بنیاد حضرت عمر فاروق کے آباد کیے ہوئے شہروں سے ملتی ہے۔

جب کوفہ کا شہر آباد کیا گیا تو اس میں اس بات کا خیال رکھا گیا کہ اس میں سڑکیں اور مکانات کے درمیان پختہ گلیاں ہوں۔ اس سے متعلق حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ تحریر لکھی:

''جب مسلمانوں کا کوفہ کی تعمیر پر اتفاق ہوگیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ابو الہیاج کو بلا بھیجا اور انہیں حضرت عمرؓ کی ان تحریری ہدایات سے مطلع کیا کہ سڑکیں چالیس گز کی ہوں اور اس سے کم درجے کی تیس گز کی ہوں اور کم از کم بیس گز چوڑی ہوں۔ گلیاں سات گز کی ہوں، اس سے کم تر نہ ہوں بنو ضبہ کے قطعات کے علاوہ عام قطعات ساٹھ گز کے ہوں''۔ (تاریخ الامم والملوک، ۲:۴۷۹)

6۔ قحط اور ہنگامی حالات میں عوام کی خدمت

سیلاب، زلزلے اور قحط سالی وغیرہ میں یہ بات ضروری ہے کہ مصیبت زدہ لوگوں کی نہ صرف خیمے اور کھانے پینے کی چیزیں فراہم کرکے مدد کریں بلکہ انہیں بقیہ لوگوں کی طرح باعزت زندگی فراہم کریں۔ جب ملکی خزانہ مصیبت زدہ لوگوں کے بارے میں اس طرح کی معاشرتی ذمہ داری ادا کرنے سے عاجز ہو تو ملک مالدار لوگوں سے ان کی جائیدادوں کے مطابق ٹیکس لاگو کرسکتا ہے تاکہ ان مصائب کا مقابلہ کرسکیں۔ یہ تعاون، نیکی اور تقویٰ کی بنا پر ہوگا جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ نیز یہ اخوت و بھائی چارہ کی بنا پر ہے اور معاشرے کے لئے ایک ایسا شعار ہے جس کی شرعی قوانین اور شرعی نصوص تائید کرتی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس بات پر عمل کر کے ایک مثال قائم کی ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب قحط سالی ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے شہروں کے گورنروں کو حکم بھیجا کہ وہ متاثرین کی کھانے پینے کی اشیاء اور اموال کے ساتھ ہر ممکن مدد کریں۔ پس ان کے لئے ہر والیٔ شہر نے اپنی استطاعت کے مطابق مال بھیجا اور آپ رضی اللہ عنہ نے وہ مال لوگوں میں برابر برابر تقسیم کر دیا جس سے قحط دور ہوگیا۔ آپؓ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا:

فوالله لو أن الله لم يفرجها ما تركت أهل بيت من المسلمين لهم سعة إلا أدخلت معهم أعدادهم من الفقراء، فلم يكن اثنان يهلكان من الطعام على ما يقيم واحدًا.

(بخاری، الادب المفرد: ۱۹۸، رقم ۵۶۲)

''خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ اس قحط کو دور نہ فرماتا تو میں مسلمانوں کے گھروں میں سے کسی گھر کو نہ چھوڑتا جن کو اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے مگر یہ کہ ان کے ساتھ ان کے شمار کے مطابق فقراء میں سے بھی داخل کر دیتا۔ اس طرح سے اس کھانے سے دو آدمی ہلاک نہ ہوتے جو کھانا ایک آدمی کے لئے کافی ہوتا ہے۔''

حضرت عمر فاروقؓ کا ایثار

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ اور اطراف مدینہ میں جب قحط پڑا تو ہوا چلتی تھی تو راکھ کی طرح مٹی اڑتی تھی، اس وجہ سے یہ سال عام الرمادہ (راکھ کا سال) کہا جاتا ہے۔ حضرت عمر عوام کے دکھ درد کو سمجھتے تھے۔ آپؓ نے منصب امارت پر موجود ہونے کے باوجود یہ اعلان کیا:

الا يذوق سمناً ،لا لبناً ولا لحماً حتى يحيىي الناس من اول الحيا.

(تاریخ الامم والملوک، ۲: ۵۰۸)

"میں (حضرت عمر) گھی، دودھ اور گوشت کا ذائقہ اس وقت تک نہیں چکھوں گا جب تک کہ عام مسلمان پہلی بارش سے فیض یاب نہ ہوں"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ قحط کا سارا سال اپنی اس بات پر قائم رہے یہاں تک کہ لوگ پہلی بارش سے فیضاب ہوئے۔ بازار میں غلہ آنا شروع ہوا تو آپ کے غلام نے بازار سے گھی کا کنستر اور دودھ کا مشکیزہ آپ کے لیے چالیس (درہم) میں خرید لیا۔ بعد ازاں غلام نے آپ کو یہ بتایا کہ آپ کا کیا ہوا عہد پورا ہو گیا اور وہ آپ کے لیے بازار سے گھی اور دودھ کا کنستر خرید لایا ہے، اس پر حضرت عمر نے فرمایا:

فتصدق بهما، فانی اکره ان آکل اسرافا، کيف يعنينی شان الرعية اذا لم يمسسنی ما مسهم. (المنتظم، ۴: ۲۵۰)

"تم ان دونوں چیزوں کو خیرات کر دو۔ کیونکہ مجھے یہ بات نا پسند ہے کہ میں اسراف کے ساتھ کھاؤں، مجھے رعایا کا حال کیسے معلوم ہوگا اگر مجھے وہ تکلیف نہ پہنچے جو تکلیف انہیں پہنچ رہی ہے"۔

حضرت عمر بے شک خلیفہ وقت تھے مگر آپؓ کبھی بھی اپنے اس منصب کو خاطر میں نہیں لائے بلکہ ہمہ وقت مخلوق خدا کی خدمت میں مصروف رہے، اور اسی کو مطمعِ نظر بنائے رکھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لقد رأيته عام الرمادة وإنه ليحمل علی ظهره جرابين وعكة زيت فی يده وإنه ليعتقب هو وأسلم. (ابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق، ۴۴: ۳۴۷)

"میں نے رمادہ کے سال (قحط سالی) میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ اپنی کمر پر دو بوریاں اٹھائے ہوئے تھے۔ آپؓ کے ہاتھ میں روغن زیتون کا پیالہ تھا، آپ اور اسلم (جو آپ کا غلام تھا) باری باری وہ سامان اٹھا کر لے جا رہے تھے"۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس بات کا سخت اہتمام کر رکھا تھا کہ ممالک محروسہ میں کوئی شخص فقر و فاقے میں مبتلا نہ ہو۔ ملک میں جس قدر اپاہج یا مفلوج ہوں، ان کی تنخواہیں بیت المال سے مقرر کر دی جائیں۔ لاکھوں آدمی ایسے تھے جن کو گھر بیٹھے خوراک ملتی تھی۔ خوراک کی مقدار کو متعین کرنے کے لئے آپ رضی اللہ عنہ نے ۳۰ افراد کے لئے دو وقت کا کھانا تیار کرایا اور یوں یومیہ خرچ کا اندازہ لگا کر ان کے وظائف مقرر کر دیئے۔

(فتوح البلدان، ۴۴۶)

جب ریاست میں عوام کو کوئی مشکل پیش آ جائے تو ایسی صورت میں حضرت عمرؓ نے ہر حال میں ذاتی طور پر اخلاص پر مبنی کوشش کی جس سے اس مشکل میں کمی واقع ہو اور ساتھ ہی ساتھ مختلف علاقوں کے عمال کو بھی اس بات کی تلقین کی کہ وہ اس مشکل میں ساتھ دیں تاکہ معاملہ باسانی حل ہو جائے۔ اس کے لیے آپ کا تدبر اور فہم قابل تعریف ہے جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی انتظامی صلاحیتوں، طرزِ حکومت اور عوام الناس کی فلاح و بہبود کے لئے اقدامات آج کے حکمرانوں کے لئے ایک قابلِ تقلید نمونہ ہیں۔ ان حکمرانوں کو چاہئے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے اس طرزِ حکمرانی کی روشنی میں اپنے اعمال و کردار کا محاسبہ کریں، قومی مفادات کو ذاتی مفادات پر قربان نہ کریں اور ہر صورت مملکتِ پاکستان اور عوام پاکستان کی سلامتی و خوشحالی کو مقدم رکھیں۔ مگر افسوس! ہمارے حکمرانوں نے اسلام کی ان شخصیات کی تعلیمات و کردار کو یکسر فراموش کر رکھا ہے اور ہر آئے روز عوام کے حقوق کی پامالی کا سلسلہ جاری ہے۔

❁❁❁❁❁

ضروریاتِ دین اور تکفیری رویہ

مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی☆

عقیدہ، دل کے اذعان (یقین/ اعتماد) کا نام ہے۔ علم کلام کا تعلق سراسر قلب سے ہے، اعضا و جوارح سے نہیں ہے۔ اعضا و جوارح سے جس علم کا تعلق ہے، اسے اصطلاح میں ''فقہ'' سے تعبیر کرتے ہیں مگر چونکہ دل ایک امر مخفی ہے، بغیر علم غیب کے جس کی کیفیت کا جاننا ہر کسی سے ممکن نہیں، اسی لئے ظاہر کو اس کی علامت کے طور پر مقرر کردیا گیا۔ لہذا جب کوئی زبان سے کچھ کہتا ہے یا اپنے حرکت وعمل سے کوئی کام کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں کا عقیدہ یہ ہے، فلاں کا عقیدہ یہ ہے۔ آپ اس حدیث کو یاد کریں جب ایک موقع پر اسلامی فوج نے کفار پر یلغار کی تو کچھ لوگوں نے کلمہ پڑھنا شروع کردیا، بعض صحابہ نے کلمہ سن کر ہاتھ روک لئے اور بعض صحابہ نے یہ سمجھ کر کہ اپنی جان بچانے کی خاطر اس وقت کلمہ پڑھ رہا ہے، یہ مانا نہیں جائے گا، ان میں سے ایک کو قتل کردیا۔ یہ خبر سرور کائنات ﷺ تک پہنچی تو سرکار دو عالم ﷺ نے ان حضرات سے پوچھا کہ جب اس نے کلمہ پڑھ لیا پھر تم نے اسے کیوں قتل کیا؟ انہوں نے بتایا کہ حضور ﷺ! وہ صرف اپنی جان کی امان کی خاطر کلمہ پڑھ رہا تھا، دل سے کلمہ نہیں پڑھ رہا تھا، ورنہ پہلے ہی پڑھ لیا ہوتا۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا:

افلا شققت عن قلبه.

کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ اس کے دل میں ایمان نہیں ہے؟ جب ظاہراً اس نے کلمہ پڑھ لیا ہے اور ظاہر ہی باطن کا غماز ہے تو تمہیں اس کا اعتبار کرنا چاہئے تھا۔

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں بار بار استغفار کے طور پر کہا: خدایا! میں اس کے عمل سے بری ہوں، خدایا! میں اس کی حرکت سے بری ہوں۔ معلوم یہ ہوا کہ عقیدہ درحقیقت دل کے اذعان (یقین/ اعتماد) کا نام ہے اور ظاہر اس کا غماز و دلیل ہے۔

عقیدہ کی اقسام

علمائے کرام نے عقیدے کے چار درجات بیان کئے ہیں:

۱۔ ضروریاتِ دین ۲۔ ضروریاتِ دین بالمعنی الاخص
۳۔ ضروریات اہل سنت ۴۔ ظنیات محتملہ

۱۔ ضروریاتِ دین

پہلی قسم کا نام ضروریاتِ دین ہے۔ ضروریاتِ دین ان چیزوں کو کہتے ہیں، جن کے ماننے سے کوئی مسلمان ہوتا ہے اور جن میں سے کسی ایک کے انکار سے بھی اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ جب تک تمام

☆ جامعہ نوریہ، شام پور، پوسٹ اٹالی، رائے گنج، ضلع اتر دیناج پور (بنگال)

ضروریات دین کو نہ مانے وہ دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوگا۔ اگر اس کا علم اس کو تفصیلی ہے تو تفصیلی طور پر ماننا ضروری ہوگا اور اگر تفصیلی علم نہیں ہے تو اجمالی طور پر ماننا کافی ہوگا۔ تمام ضروریاتِ دین کے ماننے کے باوجود اگر کسی نے صرف ایک ضرورتِ دین کا انکار کردیا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔ اس لئے کہ شئی کا وجود **من حیث الماهیت** تمام اجزا کے مجموعے سے ہوتا ہے اور تمام اجزاء کے موجود ہونے کے باوجود صرف ایک جز کا انکار کردینے سے شئی کی ماہیت کا تحقق نہیں ہوتا، جیسے منطق میں انسان نام ہے حیوان ناطق کا۔ جوہر، جسم مطلق، جسم نامی، حساس اور متحرک بالارادہ سب اس کی ماہیت کا جز ہیں۔ ان سب کے مجموعے کو انسان کہتے ہیں۔ اب اگر ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کردیا جائے اور بقیہ اجزا کو مانا جائے تو وہ انسان کو ماننا نہیں ہوا، بلکہ انسان کا انکار کردینا ہوا۔ ایسے ہی سارے ضروریات دین کو ماننا ضروری ہے، ان میں کسی ایک کا انکار پورے دین کا انکار ہے۔

ضروریاتِ دین کیا ہیں؟

ضروریات دین، دین کے ان بنیادی اعتقادات کو کہتے ہیں جن کا ثبوت قطعی اور بدیہی طور پر ہو۔ دین کی وہ باتیں جن کا علم ہمیں قطعی اور بدیہی طور پر ہو، وہ ضروریات دین میں داخل ہیں۔ ضروریات دین میں سے کسی ایک ضرورت دینی کا انکار کرنے والا بھی مسلمان نہیں ہے، چاہے وہ زندگی بھر اپنا سر عبادت کے لئے سجدے میں رکھے ہوئے کیوں نہ ہو۔

یقین قطعی کے تین معانی ہیں:

۱۔ قطعی بالقرائن ۲۔ یقین بالمعنی الاخص

۳۔ قطعی بالمعنی العام

۱۔ قطعی بالقرائن سے مراد یہ ہے کہ فی نفسہ بات یقین کی نہیں ہے، خبر واحد سے ثابت ہورہی ہے، چار یا پانچ لوگوں کی بات سے ثابت ہورہی ہے، مگر قرائن (لفظی/عقلی) ایسے ہیں کہ ان کی بنیاد پر اس کے پڑھنے والے کو یا اس کے سننے والے کو یقین قطعی حاصل ہوجاتا ہے کہ واقعی ایسا ہی ہے۔

۲۔ یقین بالمعنی الاخص کا مطلب یہ ہے کہ بات ایسی ہے کہ اہل علم کو تو سن کر یقین ہوجائے گا مگر عام لوگوں کو یقین نہیں ہو پائے گا۔

۳۔ یقین بالمعنی العام سے مراد یہ ہے کہ یہ ایک ایسی بدیہی چیز ہے کہ جس کا یقین عام لوگوں کو ہوجاتا ہے۔ مثلاً سورج ڈوبنے جارہا ہو۔ آپ چار پانچ بجے کسی سے بھی پوچھئے کہ پچھّم کدھر ہے؟ سورج نظر آرہا ہو تو بچہ بھی سورج دیکھ کر کہہ دے گا پچھّم ادھر ہے۔ ہندو بھی کہہ دے گا کہ پچھّم ادھر ہے۔ عیسائی و مجوسی بھی کہہ دے گا کہ پچھّم ادھر ہے۔ عام لوگ آسانی سے اس کا یقین کرلیتے ہیں اسی کو یقین بالمعنی العام کہتے ہیں۔ ضروریات دین اسی قبیل سے ہیں۔

پس جان لیں کہ جس دینی مسئلے کا یقین بالمعنی العام ہوجائے وہ ضروریات دین سے ہے مثلاً کسی بھی مسلمان سے پوچھئے، چاہے وہ سال بھر میں ایک وقت کی نماز نہ پڑھتا ہو کہ اسلام میں نماز کی کیا حقیقت ہے؟ تو وہ کہہ دے گا کہ فرض ہے۔ روزہ، زکوٰۃ اور حج کی فرضیت ضروریات دین میں سے ہے۔

اسی طرح نماز کے لئے وضو کی حقیقت دریافت کرنے پر ہر خواندہ و ناخواندہ، شہری و دیہاتی بتادے گا کہ نماز کے لئے وضو فرض ہے، جو چار اعضا کے دھونے اور مسح کرنے سے عبارت ہے۔ لہٰذا نماز کے لئے وضو کی فرضیت اور اس میں چار اعضا کی تفصیل ضروریات دین میں سے ہے۔

لیکن ہاتھ دھونا ہے تو کہاں سے کہاں تک؟ چہرہ دھونا ہے تو چہرہ کی حد کہاں سے کہاں تک ہے؟ مسح کرنا ہے تو پورے سر کا، یا آدھے سر کا، یا چوتھائی کا، یا ایک بال کا؟

پاؤں دھونا ہے یا مسح کرنا ہے؟ یہ چونکہ یقین بالمعنی العام نہیں، اسی لئے اس کا شمار ضروریات دین میں نہیں ہے۔ اگر کوئی ان تفصیلات میں سے کسی ایک کا انکار کرتا ہے تو اسے ضروریات دین کا منکر قرار نہیں دیا جائے گا لیکن اگر کوئی مطلقاً وضو کی فرضیت کا انکار کردے یا چار اعضا میں سے تین ہی اعضا بتائے یا دو ہی اعضا بتائے اور دو کا انکار کردے یا ایک کا انکار کردے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔

اس کے ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ ضروریات کا انکار کرنا اور ہے اور اس کا علم نہ ہونا اور ہے۔ مثلاً کوئی بچہ جنگل میں پیدا ہوا، جنگل ہی میں پرورش پائی، شہر میں کبھی آنا نہیں ہوا، کسی ادارے کے قریب جانا نہیں ہوا، کسی عالم کی صحبت نہیں پائی، جس کی وجہ سے اسے ضروریات دین کی تفصیلات کا علم نہ ہوسکا تو یہ عدم علم ہے، انکار نہیں۔ مثلاً تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہمارے مولا ﷺ آخری نبی ہیں تو آخری نبی ہونے کا یقین و ایمان رکھنا ضروریات دین میں سے ہوا۔ اب جو جنگل میں یا پہاڑ میں پیدا ہوکر وہیں رہ گیا، کبھی اہل علم کی صحبت نہیں پائی جس کی وجہ سے اس کے ذہن وفکر میں بھی یہ بات نہیں آتی ہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں کہ نہیں تو یہ صرف عدمِ علم ہے، انکار نہیں ہے کیونکہ انکار فرع ہے علم کی، جیسے اثبات فرع ہے علم کی۔ تو اگر کوئی نہیں جانتا تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے ضروریات دین کا انکار کردیا، لہذا وہ مسلمان نہیں ہے، ہاں! جانے اور پھر نہ مانے تو وہ مسلمان نہیں رہے گا۔

اللہ کی وحدانیت، حضور ﷺ کی نبوت اور جو باتیں دوسرے انبیائے کرامؑ کی قرآن و حدیث میں اجمالاً یا تفصیلاً آئی ہیں، ان کو ماننا بھی ضروریات دین میں سے ہوگا بشرطیکہ وہ باتیں بین المسلمین بدیہی ہوں۔ لیکن قرآن وسنت کی کوئی بات نص، محکم یا مفسر سے تو ثابت ہو مگر بدیہی نہ ہو، اسے صرف اہل علم ہی جانتے ہیں تو چونکہ یہاں یقین بالمعنی العام کا تحقق نہیں ہوا بلکہ یقین بالمعنی الاخص ہے، علما ہی اس کو جانتے ہیں، عوام نہیں جانتے تو اس کا شمار ضروریات دین میں نہیں ہوگا۔

۲۔ضروریاتِ دین بالمعنی الاخص

ضرورت و بداہت اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔ بعض آدمی زیادہ ذہین ہوتے ہیں، فوراً بات سمجھ جاتے ہیں جبکہ بعض آدمی کم ذہین ہوتے ہیں، دیر سے بات سمجھتے ہیں۔ ایسے ہی ضروریات دین بھی افراد و اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہوں گے۔

اگر کوئی قطعی بالمعنی الاخص کا انکار کرتا ہے تو دیکھا جائے گا کہ منکر کون ہے؟ اگر عالم ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر اس کا منکر عامی ہے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اسی کو علما نے ''کفر فقہی'' کا نام دیا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ کفرِ فقہی ہے، کفرِ لزومی ہے، کفرِ التزامی نہیں ہے۔

اگر کوئی کہے کہ حضور ﷺ انسانوں کے لئے نبی تو ہیں، جنات کے لئے نبی نہیں، تو یہ بات عام مسلمانوں میں بدیہی نہیں ہے۔ صرف اہل علم کے مابین بدیہی ہے لہذا اگر کوئی ذی علم اس کا انکار کرے گا تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اسے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جائے گا، لیکن اگر عام مسلمانوں میں سے کسی نے انکار کیا تو اس کی تکفیر نہیں ہوگی، پہلے اسے بتایا جائے گا۔ اگر بتانے پر پھر بھی انکار کرے تو اب اس کی تکفیر کی جائے گی۔

۳۔ضروریاتِ اہلِ سنت

اس سے نیچے یقین کا ایک اور درجہ ہے جو نہ تو عوام مسلمین میں قطعی کی حیثیت سے بدیہی طور پر ثابت ہے، نہ خواص مسلمین میں۔ یہ ضروریات اہل سنت کا درجہ ہے۔ ۷۳ فرقے مسلمانوں کے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ''میری امت ۷۳ فرقے میں بٹے گی، ایک فرقہ ناجی ہوگا اور ۷۲ فرقے ناری ہوں گے''۔ وہ ناری ۷۲ فرقے

اور یہ ایک ناجی فرقہ سب مل کر مسلمانوں کے فرقے ہیں۔ وہ ناری بھی مسلمان اور یہ ناجی بھی مسلمان۔ ہاں! فرق یہ ہے کہ یہ ایک خوش عقیدہ، سنی المذہب مسلمان ہیں اور وہ ۷۲ ناری، بدعقیدہ، بدمذہب، بدعتی اور گمراہ ہیں۔ الحاصل جو عقیدہ اہل سنت کے درمیان بدیہی ہوگا تو لامحلّہ یقین ہوہی جائے گا، اسے ضروریات اہل سنت کہتے ہیں۔ جیسے ہر کلمہ گو کے لئے تمام ضروریات دین کو ماننا ضروری ہے، ایسے ہی ہر سنی کے لئے تمام ضروریات اہل سنت کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ اگر اس میں کسی ایک امر کا بھی انکار کرتا ہے تو وہ سنی نہیں ہے، بدعتی ہے، گمراہ ہے، بے دین ہے۔

ضروریات اہل سنت کے علاوہ اہل سنت کے جو دیگر فروعی عقائد ہیں، اگر کوئی ان کا انکار کرتا ہے تو ایسا شخص بھلے خطا کار ہوگا، کبھی گناہگار ہوگا اور کبھی نہیں ہوگا، مگر سنی ضرور رہے گا۔

تین طرح کے عقیدے ہمارے سامنے آگئے:

۱۔ ایک وہ عقیدہ جس کے انکار سے آدمی حتماً، یقیناً، اجماعاً کافر ہوجاتا ہے جسے ضروریات دین بالمعنی العام کہتے ہیں۔

۲۔ دوسرا وہ عقیدہ جس کے انکار سے فقہا کے نزدیک کافر ہوتا ہے اور متکلمین توقف کرتے ہیں، جسے ضروریات دین بالمعنی الاخص کہتے ہیں یا جس کے انکار کو کفر فقہی ولزومی سے تعبیر کرتے ہیں۔

۳۔ اور تیسرا عقیدہ ضروریات اہل سنت کا ہے جس کے انکار سے آدمی گمراہ ہوجاتا ہے۔

ان درجات کے بعد چوتھے اور پانچویں درجے کا عقیدہ ہوگا، لیکن ان میں سے کوئی بھی درجہ ایسا نہیں کہ اگر کسی نے اپنی سمجھ سے دلائل کی روشنی میں یا کسی کے اتباع میں اس کا انکار کیا تو **عندالمتکلمین** یا **عندالفقہاء** کافر ہوجائے۔ کافر ہونا تو بڑی بات ہے، گمراہ و بد دین بھی نہیں ہوگا بلکہ وہ سنی ہی رہے گا۔ مذکورہ تینوں سے ہٹ کر چوتھے درجے کے اعتقاد کا انکار کرنے سے کسی کو خارج از سنیت یا گمراہ نہیں کہا جائے گا۔ اتحاد کے لئے بس ضروریات دین اور ضروریات اہل سنت میں اتفاق ضروری ہے، بقیہ لاکھ اختلافات ہوں ہمیں ان اختلافات کو نہیں دیکھنا چاہئے۔

جیسے اذانِ ثانی کا مسئلہ ہے۔ اذانِ ثانی میں اختلاف ضرور ہے مگر اذانِ ثانی مسجد کے اندر ہو یا باہر یہ سطحی، فرعی مسئلہ ہے۔ اس کا تعلق نہ تو ضروریات دین سے ہے اور نہ ضروریات اہل سنت سے۔ لہٰذا اگر کوئی اذانِ ثانی مسجد کے اندر دینے کا قائل ہو تو اس کو خارج از سنیت قرار نہیں دیا جائے گا۔

اسی طرح میلاد شریف، قیام اور میلاد کے بعد **یا نبی سلام علیک** پڑھنے کے مسائل ہیں، اگر رسول ﷺ کی دشمنی میں انکار نہیں کرتا ہے تو اس انکار کی بنیاد پر اسے نہ تو اسلام سے خارج کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی سنیت سے خارج قرار دیا جاسکتا ہے، ہاں! اگر رسول ﷺ کی دشمنی میں انکار کرے گا تو انکار کی وجہ سے نہیں، رسول اللہ ﷺ کی دشمنی کی وجہ سے کافر ہوجائے گا۔

آج تو حال یہ ہے کہ فلاں صاحب فاتحہ میں نہیں بیٹھا تو سنی نہیں ہے، مزار پر چادر نہیں چڑھاتا تو سنی نہیں ہے۔ اگر کوئی بیچارہ ٹرین چھوٹنے کے خوف یا رفع حاجت کی غرض سے بغیر صلوٰۃ و سلام پڑھے باہر نکل آیا تو اس کو شک کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ فجر یا جمعہ کی نماز کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنا ہمارے ہاں ایک دستور ہوگیا ہے۔ اگر موقع و محل کا اعتبار کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں سلام پیش کیا جائے تو یہ سعادت کی بات ہے۔ مگر یہ نئی نئی بدعتیں ایسے لازمی طور پر ہورہی ہیں کہ اگر کسی کو ٹرین پکڑنی ہو اور وقت نکلا جارہا ہو یا نماز پڑھتے پڑھتے رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی جس کی وجہ سے

بیچارہ سلام میں شریک ہوئے بغیر مسجد سے نکل کر چلا گیا تو لوگ اسے بھی سنی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ نہ صرف عام لوگ بلکہ بڑے بڑے علماء کا بھی یہی حال ہے حالانکہ ان چیزوں کا ضروریات اہل سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ نیچے درجے کی چیزیں ہیں۔

۴۔ ظنیات محتملہ

عقائد کی ایک قسم ظنیات محتملہ ہے۔ یعنی یہ مسئلہ ایسا ظنی ہے جو قرائن کی بنیاد پر یقین کی سرحد میں داخل ہوگیا ہے۔ اب اگر کوئی انکار کردے اور یہ انکار جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں، رسول ﷺ کی دشمنی کے طور پر نہ ہو، ورنہ تو اول وقت ہی میں اسلام سے خارج ہوجائے گا بلکہ دلائل کی روشنی میں ہو تو اسے خطا کار کہا جائے گا۔ عاصی کہا جائے گا، گمراہ نہیں کہا جائے گا، سنی رہے گا، اگرچہ خطا کار و عاصی ہوگا۔

اس لئے کہ کوئی ضروری نہیں کہ جو چیز قرینے سے ہمارے نزدیک ثابت ہو اور ہم کو یقین دلا دے، وہی چیز اسی قرینے سے دوسرے کے نزدیک بھی ثابت ہوجائے اور دوسرے کو بھی یقین دلا دے۔ مثلاً قرائن کی بنیاد پر امام اعظم کو یقین ہوگیا کہ لفظ قروَ سے مراد حیض ہے جبکہ قرائن کی بنیاد پر امام شافعی کو یہ یقین ہوا کہ لفظ قروَ سے طہر مراد ہے۔ قرائن کی وجہ سے جس کو جس کا یقین ہوجائے اس کو دوسرے پر تھوپا نہیں جاسکتا کہ ہم نے جو سمجھا وہی تم سمجھو، ہماری جو سمجھ میں آیا وہی تم بھی اپنی سمجھ بنا لو۔ ایسا کہنا ہرگز مناسب نہیں۔ ہاں! راجح و مرجوح کا اعتبار کیا جائے گا۔ ہم کو جو راجح معلوم ہوگا ہم اسے اپنالیں گے اور مرجوح کو ترک کردیں گے، لیکن جو مرجوح کو اپنا رہا ہے اسے ہرگز گمراہ و بے دین یا فاسق و گنہگار نہیں کہیں گے۔

ہمارے ہاں جہاں کسی نے کسی سے کچھ اختلاف کیا فوراً یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ ہمارے عقیدے کے خلاف ہے، اہل سنت کے عقیدے کے برخلاف ہے لیکن سوال ہے کہ کس طرح کے عقیدے میں برخلاف ہے، اس پر کوئی غور نہیں کرتا۔ اگر ضروریات اہل سنت کے عقیدے کے برخلاف ہے تو اس کو خارج از سنیت قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اسے بھی اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ اگر ضروریات دین بالمعنی الاخص کے خلاف ہے تو بھی متکلمین کے مذہب پر اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، ہاں فقہا کے مذہب پر تکفیر ہوسکتی ہے۔

متکلمین اس کی تکفیر سے توقف کرتے ہیں اور آج حال یہ ہے کہ ہم میں سے کسی نے دانت سے ناخن کتر لیا تو اس کی تکفیر کردیتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ ''ناخن دانت سے کترنا خلاف سنت ہے اور یہ کام چونکہ مولانا نے کیا ہے جن کو اس کا خلاف سنت ہونا معلوم ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مولانا نے دانستہ طور پر سنت کا انکار کیا اور جو دانستہ طور پر سنت کا انکار کرے یا سنت کو ہلکا جانے، وہ کافر ہوجاتا ہے، لہٰذا مولانا کافر''۔ افسوس! آج کل تکفیر کی اس طرح کی دلیلیں دی جاتی ہیں۔

یاد رکھیں! جو چیز تواتراً ثابت ہو اور بدیہی ہوجائے اسے ضروریات دین کہتے ہیں۔ نماز کی فرضیت ضروریات دین میں سے ہے لیکن زید و بکر نے واقعی نماز کی فرضیت کا انکار کیا ہے، اس کا کیا ثبوت ہے؟ اس کا ثبوت بھی بداہت و تواتر سے ہونا چاہئے تب جا کر کہیں تکفیر کی جاسکے گی۔

آج اگر کوئی شخص مفتی کے پاس آکر کسی معاملہ پر فتویٰ پوچھے تو حالت یہ ہے کہ بس استفتا آتے ہی قلم اٹھا کر ایک طرف سے کافر کہنا شروع کردیتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ انہیں دارالافتا میں کافر بنانے ہی کے لئے بٹھایا گیا ہے۔

امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ ایک مسلمان کا

کفر بچانا ایک ہزار کافر کو اسلام کے دائرے میں لانے سے بہتر ہے۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ایک ہزار مسلمان جائیں تو جائیں لیکن ہم ایک کو کافر ضرور ٹھہرائیں گے، یہ درالافتا کا حال ہے۔

اہل سنت کے علماء تکفیر کی خاطر کبھی قلم مت اٹھائیں، ہاں! اگر کوئی کفر کرکے دائرہ اسلام سے نکل گیا ہو تو اس کو تنبیہاً کہہ دیں کہ تم اسلام کے دائرے سے نکل گئے ہو۔ کسی کو اسلام سے نکالنے والا رویہ مت اپنائیں۔

معرفتِ تاویل

مسئلہ تکفیر کے سلسلے میں تاویل کا جاننا بھی بہت ضروری ہے۔ تاویل صرف **اللفظ عن الظاهر** کو کہتے ہیں یعنی لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے دوسرے معنی کی طرف پھیردینا۔ جب تک کلام میں تاویل کا امکان باقی ہوگا، کسی مسلمان کی تکفیر کی جائے گی نہ تضلیل۔ کسی قول کا صرف کفری ہوجانا تکفیر کے لئے کافی نہیں ہے، اس کے ساتھ اور بھی چیزیں دیکھنی پڑتی ہیں، یہ تمام چیزیں جب تک سامنے نہ ہوں تب تک تکفیر نہیں ہوگی۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی قول بظاہر کفری ہوتا ہے مگر اس میں دیگر معانی کے احتمالات ہوتے ہیں۔ حضرت اورنگ زیب عالم گیرؒ نے ''فتاویٰ عالمگیری'' کی تدوین کروائی۔ مورخین کے مطابق اس زمانے کے چالیس جید علمائے کرام کی اکیڈمی نے مل کر کام کیا اور اسے شائع کروایا۔ فتاویٰ عالمگیری کی ''کتاب الردۃ'' میں ان چالیس علمائے کرام نے متفقہ طور پر ایسے الفاظ تحریر کئے ہیں جن کے کہنے سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ لیکن ان میں سے بہت سے کلمات ایسے ہیں جن کے سلسلے میں اعلیٰ حضرتؒ نے فتاویٰ عالمگیری کے حاشیے میں لکھا ہے کہ

قال المصنف: من قال هذا فهو كافر والحق لا.

''مصنف کہتے ہیں کہ ایسا کہنے والا کافر ہوجائے گا جب کہ حق یہ ہے کہ کافر نہیں ہوگا''۔

اس طرح کے بے شمار مواقع ہیں جہاں اعلیٰ حضرتؒ نے حاشیہ تحریر فرمایا اور جن باتوں کو ان علما نے کفری قرار دیا تھا، ان میں کئی معنی نکالے اور فرمایا: ہاں! یہ معنی کفری ہے، اگر کسی نے یہی معنی مراد لئے تو کافر ہوگا اور اگر دوسرا یا تیسرا معنی مراد لیا تو کافر نہ ہوگا۔ پتہ چلا کہ کسی کو کافر کہنے میں جلدی نہ کرنا چاہئے۔ ''شرح مہذب'' میں ہے کہ علماء کو دارالافتا میں اس لئے نہیں بٹھایا گیا کہ وہ کسی کو کافر قرار دیں۔

ہر مفتی تکفیر کا فتویٰ نہ دے!

دارالافتا اصولاً فقہی مسائل بتانے کے لئے ہوتا ہے اور فقہ کا موضوع احوال مکلفین ہے۔ لہٰذا ہر آدمی کو اپنے موضوع ہی کے دائرے میں رہنا چاہئے۔ آپ نماز کا مسئلہ بتایئے، روزے کا مسئلہ بتایئے، زکوٰۃ کا مسئلہ بتایئے، مگر کفر کے مسائل آپ نہ بتایئے۔ اگر آپ کے پاس کوئی کلام کا مسئلہ آئے تو آپ اس سے کہہ دیجئے کہ میں فقیہ ہوں، متکلم نہیں ہوں، کسی متکلم کے یہاں چلے جاؤ۔ البتہ آپ اتنا کرسکتے ہیں کہ آپ کی نظر میں جو قابل اعتماد متکلم ہو اس کے پاس سائل کو جانے کے لئے کہہ دیجئے تاکہ اس کے لئے آسانی پیدا ہوجائے۔ اگر کوئی علم تفسیر کا مسئلہ آجائے تو آپ دارالافتا میں تفسیر کرنے مت بیٹھ جایئے، آپ سائل سے کہیے کہ میں مفتی ہوں، میرا کام فقہی مسئلہ بتانا ہے، تفسیر کے لئے فلاں مفسر موجود ہے، ان کے یہاں چلے جائیں۔

ہاں! اگر اللہ نے آپ کو جامع علم بنایا ہے، آپ خود مفسر بھی ہیں، متکلم بھی ہیں، فقیہ بھی ہیں، محدث بھی ہیں، حساب داں بھی ہیں، فرائض داں بھی ہیں تو ٹھیک

ہے مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ آدمی تمام جہات پر حاوی ہو۔ اگر آپ صرف ایک جہت پر حاوی ہوں تو صرف اسی پر بات کریں۔ دوسری جہت سے متعلق سوال پر کسی اور کے پاس بھیج دیں، اس میں آپ کی توہین نہیں ہے بلکہ سراسر عزت ہے۔ اس لئے کہ اگر آپ نے دوسرا موضوع چھیڑ دیا اور خطا ہوگئی تو عنداللہ بھی گرفت ہوگی اور عندالناس بھی بے عزتی ہوگی۔ لوگ ہنسیں گے اور کہیں گے کہ کیسے مفتی صاحب ہیں، بے ہوش وحواس فتویٰ دے دیتے ہیں۔

آج ہمارے غلط کردار کی وجہ سے لوگوں کے دلوں سے فتوے کی وقعت ختم ہوتی جارہی ہے۔ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے، لوگ کہتے ہیں فلاں جگہ کے فتویٰ کا کیا اعتبار ہے، فلاں جگہ کے فتویٰ کا کیا اعتبار ہے۔ بھائی ایسا کیوں ہورہا ہے؟ اس لئے کہ فلاں جگہ سے بار بار ایسا ہوا کہ لوگ کہنے لگے کہ فلاں جگہ کے فتوے کا اعتبار ہی کیا ہے۔

طلبہ کو ایک نصیحت

حصولِ تعلیم میں مشغول طلبہ کل جب آپ تعلیم سے فارغ ہوکر عملی زندگی میں قدم رکھو گے تو خدارا! اس وقت آپ جس فن کے ماہر ہوں گے اسی فن سے متعلق سوالات کے جواب دینا۔ اگر کوئی دوسرے فن کا سوال کرے تو دوسرے فن کے جاننے والے کی طرف پھیر دینا۔ دارالافتا میں سوال آئے تو کیا ضروری ہے کہ میں ہی لکھنے بیٹھ جاؤں۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ فلاں علامہ بہتر جانتے ہیں، ان سے پوچھ لیجئے۔ اگر زبان وادب کا معاملہ آئے تو میں اس کو متعلقہ عالم کے پاس بھیج سکتا ہوں۔ یہ کہہ دینے میں کہ یہ میرا فن نہیں ہے، ہماری سبکی نہیں ہے بلکہ عزت ہے، ہمارا احترام ہے۔ مگر آج عالم یہ ہے کہ اگر ایران، طوران کا بھی کوئی سوال ہو تو دارالافتا کے مفتی صاحب تو مفتی صاحب، ہمارا طالب علم بھی نہیں کہے گا کہ میں نہیں جانتا۔

کچھ لوگ ٹیلیفون پر الٹے سیدھے سوال کرتے ہیں۔ میں ایسے لوگوں سے کہتا ہوں کہ تم کو کیا ضرورت پڑ گئی، دع مالا یعود، بےضرورت ان کے پیچھے کیوں پڑے ہو؟ کہنے لگتے ہیں کہ حضرت! فلاں آدمی نے پوچھا ہے، اگر نہیں بتاؤں گا تو میرا وقار چلا جائے گا، لوگ کہیں گے کہ کیسا مولانا ہے، اس بات کو نہیں جانتا؟ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر مولانا ہے تو کیا ساری باتوں کا علم ہونا ضروری ہے؟ کیا ڈاکٹر تعلیم یافتہ نہیں ہوتا؟ مگر کیا وہ ہوائی جہاز بھی اڑانا جانتا ہے؟ کیا ہوائی جہاز نہ اڑا پانے پر اس کو بھی یہی طعنہ دیا جاتا ہے کہ وہ قابل نہیں ہے؟ درحقیقت اس طرح کی بات کرنا سراسر حماقت ہے۔

الحاصل! جس فن سے ہمارا تعلق نہیں ہے، کیوں ہم اس فن کو ہاتھ لگائیں اور کیوں ہم اس فن پر فتویٰ لکھنا شروع کردیں۔ میرے عزیزو! جب آپ کا وقت آئے تو آپ یہ سب نہ کریں۔ آپ صرف اتنا کریں کہ اگر دارالافتا میں فقہی مسائل آئیں تو بتادیں ورنہ دوسرے کی طرف پھیردیں۔

فقہی کتابوں میں جو الفاظ دیکھیں کہ ''اس کو کفر قرار دیا ہے''۔ ان الفاظ کی بنیاد پر کسی شخص واحد کو کافر نہ قرار دے دیں۔ فقہا فرماتے ہیں ہم نے یہ الفاظ اسی لئے لکھے ہیں تاکہ قاری پڑھ کر سمجھ جائے اور اس طرح کی باتوں سے پرہیز کرے۔ یہ نہیں کہ کسی کو کافر کہنے کے لئے لکھے ہیں بلکہ صرف ڈرانے کے لئے لکھے ہیں تاکہ قاری ڈرے اور اس طرح کے الفاظ سے پرہیز کرے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق دے کہ ہم صحیح معنوں میں دین اسلام کی تعلیمات کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔

❁❁❁❁❁

ادارہ کی تشکیل۔۔۔اہمیت و ضرورت

ماخوذ از افادات شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

صاحبزادہ مسکین فیض الرحمان درانی (مرکزی امیر منہاج القرآن انٹرنیشنل)

حصہ 3

احکامِ الٰہیہ سے انحراف تباہی کا باعث ہے

یہ امر ذہن نشین رہے کہ مخلوق کی تباہی اس وقت ہوتی ہے جب وہ خالق کے حکم سے سرتابی اور انحراف کرتی ہے۔ دنیا کے اداراتی نظام کو چلانے اور اُس کی ماحولیاتی حفاظت کی ذمہ داری بطور خلیفۃ اللہ انسان کی ہے۔ لیکن انسانی فکر کما حقہ اس چھوٹی سی دنیا کے حقائق کو بھی پوری طرح سمجھنے سے قاصر ہے اور انسان اس کے نظام کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی منشاء کے مطابق نہیں چلا رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن حکیم میں بار بار انسان کو اس پر غور وفکر کرنے اور ظلم سے اجتناب کی طرف متوجہ کررہا ہے لیکن وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے پیغام سے بے توجہی برت رہے ہیں اپنے آپ اور دنیا میں رہنے والی مخلوقات پر ظلم کیے جاتے ہیں اور دنیا کے لیے عذاب بنے ہوئے ہیں۔

ہماری یہ چھوٹی سی دنیا قدرت کے مختلف نظامہائے حیات کی ایسی آماجگاہ ہے کہ اس پر بسنے والی مخلوقات، اشیا، جمادات اور نباتات کی خلقت و ماہیت کے بھید آج تک انسانی عقل و دانش پوری طرح سمجھنے سے قاصر ہے اور اپنی بے علمی کی وجہ سے زمین پر اُس کے شر و فساد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

کائنات عالم (cosmos) میں دنیائے ارضی (planet earth) کی تشکیل کے بعد اس پر مختلف ادوار میں نباتات، حیوانات اور جنات کو آباد کیا گیا لیکن الوہی نظام کی خلاف ورزی اور ان کے باہمی شر وفساد کی وجہ سے وہ تباہ ہوتے چلے گئے اور آخر کار دنیا پر نظامِ الٰہیہ قائم کرنے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک کامل انسان (Homosapien) کی تخلیق فرمائی اور اس کو اپنا خلیفہ بنانے کا اعلان فرمایا اور دیگر مخلوقات کے مقابلے میں اُس کو علم، عقل، فہم، شعور، ارادہ اور اختیار کی قوتوں سے نوازا گیا۔

خلیفہ ہونے کے لیے ایک مکمل خلافت اور ادارہ کا وجود لازم ہوتا ہے خلافت الٰہیہ کے اداراتی نظام کو کامیابی سے چلانے کے لیے ایک ایسے نیک صالح اہل مومن، قائد، راہ نما اور حکمران کی ضرورت ہوتی ہے جو منشاءِ ایزدی سے اچھی طرح واقف ہو اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے ہر وقت جِد وجُہد کی تمنا سے سرشار ہو۔

خلیفہ کی معاونت کے لیے صادق و امین اہل حکام و عمّال اور ناظمین کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ قائدین، ناظمین اور حکّام و عمّال کی ذاتی اور انفرادی صلاح (goodness) اور فساد (disorder) خلافتِ الٰہیہ اور انسانی معاشرہ میں صلاح و فساد کا سبب اور خیر و شر کا باعث بنتی ہے۔ موجودہ زمانہ میں دنیا بھر میں جہاں بھی شر و فساد کے منابع ہیں، جہاں سے شر پھوٹتا، پھیلتا اور پھیلایا جاتا ہے، آپ غور سے ملاحظہ کریں کہ وہاں کی حکومتوں کا

ادارتی نظام خلافتِ الٰہیہ کے بنیادی اصولوں سے انحراف پر قائم ہوتا ہے۔ وہاں خوف خدا، تقویٰ، پرہیز گاری، اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے اور جوابدہ ہونے کا تصور نہیں ہو تا۔ان ملکوں کی سیاست، معیشت، معاشرت اور اخلاق اقدار ایسی انسانی خواہشات کے وضع کردہ اصولوں اور قواعد و ضوابط کے تابع ہوتی ہیں کہ وہ عالم انسانیت کے لیے نہیں بلکہ ان کے اپنے قومی اور نسلی تفاخر اور ملکی مفادات کے لیے مختص ہوتی ہے۔ ایسا ادارتی نظام کائناتی اور آفاقی ادارتی نظام کے مطابق ''عدل'' پر مبنی نہیں ہوتا ہے بلکہ اِس کی بنیاد'' خودغرضی اور ناانصافی'' پر قائم ہوتی ہے۔

ریاستی ادارے۔ امانتِ الٰہیہ

ریاست میں قائم ہونے والے تمام تنظیمی، انتظامی اور ہر قسم کے ادارے چونکہ مخلوق خدا کی فلاح و بہبود اور حفاظت کے لیے ہوتے ہیں لہذا وہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کی امانت ہوتے ہیں۔ ریاست (state) اور حکومت (government) ملک میں قائم مختلف سیاسی، اقتصادی، معاشرتی، عمرانی، عدالتی اور عسکری اداروں کے مجموعہ کے مرکّب سے بنتے ہیں۔ ریاست کے سربراہ اور حکمران کی طرح ہر ادارے کا ایک سربراہ اور ادارتی نظام کو چلانے کے لیے حکام و عمّال کا ایک تنظیمی ڈھانچہ ہوتا ہے۔ عام دنیاوی ریاستوں اور اسلامی ریاستوں کے درمیان واضح فرق یہ ہوتا ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں اسلامی عقیدے اور قوانین کے مطابق سب ادارے اللہ تبارک وتعالیٰ کی امانت ہوتے ہیں۔جس کی کماحقہٗ حفاظت کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہونا لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا:۔

''اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا''.

''بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ اپنی امانتیں اہل لوگوں کو سپرد کرو''۔ (النساء:۵۸)

امانت اللہ کی بھی ہوتی ہے اور بندوں کی بھی۔کتاب اللہ، احکام شرعیہ، علم الٰہی کی فہم، ریاست اور ریاستی اداروں کی ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے احکام کے مطابق پوری کرنا اور اللہ کی رضا کے مطابق اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنا سب ''امانت'' ہیں۔

امانت کی حفاظت کے تقاضے

امانت کی حفاظت کے لیے اہلیت اور عدل ضروری ہے اور درحقیقت امین و صادق افراد ہی عدل کر سکتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ریاست اور اُس کے مختلف اداروں کو بخوبی چلانے کے لیے ''اہل افراد'' کی پہچان بھی اپنے اس ارشاد کے تحت کرادی:

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ o

''اور جب تم (یعنی اہل لوگ) لوگوں کے معاملات اور امور ریاست میں فیصلہ کرو تو عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو''۔ (النسآء:۵۸)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے واضح فرمان کی روشنی میں اسلامی ممالک میں حکمرانی کے لیے اپنے نمائندے منتخب کرنے والی عوام پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے واجب ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کی اطاعت کر کے اللہ کی مرضی کے مطابق حکومت چلانے کے لیے نیک، صالح، اہل اور امانتدار افراد کا انتخاب کریں تا کہ کائناتی اور آفاقی دنیاؤں کی طرح ان کی دنیا اور ریاست کا نظام بھی الوہی نظام قدرت کی طرح توازن اور عدل پر قائم ہو اور تباہی و بربادی سے محفوظ رہ سکے۔قومی ادارے جب نا اہل اور بد دیانت افراد کے زیر تسلط ہو جاتے ہیں تو ادارے تباہ اور عوام تباہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

سورۃ المائدہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

''اے ایمان والو! اللہ کے لئے انصاف کی

گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو اور انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے“۔

عالمِ انسانیت کی بقا کا راز

عالم انسانیت کی بقا دنیا میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے نظامِ فطرت اور قوانین کے مطابق رہنے میں مضمر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ البقرہ کی اڑتیسویں اور انتالیسویں آیہ کریمہ میں ہبوط آدم کے وقت ارشاد فرمایا:

”تم سب (زمین) پر اتر جاؤ سو پھر اگر تم کو میری طرف سے ہدایت (قرآن و سنت کے احکامات و فرامین) پہنچے (تو اس کی پیروی کرنا پھر) جو میری ہدایت پر چلے گا (اس کے لیے جنت ہے، دنیا کی زندگی میں بھی اس کو راحت اور سکون ہو گا اور آخرت میں بھی نجات ہو گی) یہ وہ لوگ ہوں گے کہ نہ تو ان کو کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا (اور قرآن اور سنت پر عمل کرنے سے انکار کیا) اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا (ان سے چشم پوشی کی) تو وہی دوزخی ہوں گے (اس دنیا میں بھی اپنے بغض، انتقام، نفرت، حسد اور ہَوا و ہَوس کی آگ میں جلیں گے اور آخرت میں بھی آگ ان کا مقدر ہو گی) وہ اس (دوزخ) میں ہمیشہ رہیں گے“۔

جنت میں شیطان کے ورغلانے اور فرمانِ ہبوط کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے رَو رَو کر کر اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور توبہ کی اور مغفرت طلب کی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی التجا اور دُعا سنی، آپ کی توبہ قبول فرمائی لیکن جنت میں اس وقت ان کو واپس نہ بھیجا۔ حکم الٰہی تھا ”اِھبِطُوا“ نیچے اتر جانے، زمین میں بسنے، دنیا میں رہنے اور آزمائش سے گزرنے کا۔ حضرت آدمؑ، بی بی حوا ؓ اور شیطان تینوں کو زمین پر اترنے کا حکم ہوا۔ تاہم اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے یہ احسان فرمایا کہ اعلان فرما دیا کہ جو لوگ زمین پر رہ کر اللہ اور اس کے رسولوں کی اطاعت کریں گے، دنیا کا قیام ان کے لیے مُضر نہ ہو گا بلکہ مفید ہو گا۔ وہ اپنے نیک اعمال سے اس دنیا میں اللہ کی اطاعت کر کے کھوئی ہوئی جنت دوبارہ پا جائیں گے۔ دنیا کی آزمائش میں کامیاب ہونے کے بعد ان کا رب ان سے راضی ہو گا۔ البتہ جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکامات اور فرامین ماننے سے انکار کریں گے اور قرآن و سنت کے احکام کے مطابق زندگی نہیں گزاریں گے ان کے لیے آخرت میں جہنم مقدّر ہو گی۔

ہبوط آدم کے بعد دنیا جب تک انبیاءؑ، رُسُلؑ، پیغمبروںؑ اور مصلحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعلیمات کی پیروی کرتی رہی، اللہ تعالیٰ کے احکامات کی روشنی میں انسان زندگی گزارتے رہے، بنی نوع انسان ایک دوسرے کے ساتھ باہمی اخوت، بھائی چارے اور رواداری سے زندگی بسر کرتے رہے، اس وقت تک ہر طرف امن، چین، سکون اور سلامتی کا دور دورہ رہا۔ لیکن جیسے جیسے انسانی آبادیاں بڑھنے لگیں، ضروریات زندگی پورا کرنے کے لیے خاندان قبیلوں اور قبیلے اقوام کی شکل اختیار کرنے لگے، شیطان اور اُس کا خاندان بھی بڑھنے لگا اور وُہ اپنے مقصدِ حیات کی تکمیل کے لیے بنی نوع انسان کے قلب و ذہن میں طرح طرح کے وساوس، اندیشے، انفرادی تحفظ کے خدشات، مستقبل کا خوف اور خطرات ڈالتا رہا۔

نتیجتاً کمزور عقیدے کے لوگ متاثر ہو کر نفس کا شکار ہوتے گئے اور پیغمبرانہ تعلیم وتربیت سے ملنے والی اُن ہدایات کو فراموش کرنے لگے کہ جن کا تعلق انسانوں کے باہمی تعلقات، خیر خواہی اور حقوق کی حفاظت سے تھا۔ ان کے آپس میں مخاصمت، حسد، بغض، کینہ اور انتقام پیدا ہونے لگا۔ دنیاوی خواہشات اور ترغیبات پورا کرنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور برتری کی دوڑ

شروع ہو گئی۔ شیطان کا مقصد پورا ہوتا گیا اور اس کے پیروکاروں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔

دنیا کی موجودہ حالت

الوہی ہدایات پر عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے آج پوری عالم انسانیت اور خاص کر عالم اسلام سخت پریشانی کی حالت میں ہے۔ آج پوری دنیا سخت ترین مصائب و آلام اور الجھنوں کی شکار ہے اور بددیانت لوگوں کی وجہ سے دنیاوی اور نفسیاتی مسائل کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک ہوں یا غیر ترقی یافتہ ہر کہیں مسائل کا ایک انبار ہے ۔جدید دور کے ترقی یافتہ ممالک کے آمرین نے دنیا کے پسماندہ اقوام اور خاص کر اسلامی ممالک میں ظلم وستم کا بازار گرم کیا ہُوا ہے۔ لاکھوں افراد بے گناہ قتل اور کروڑوں بچے، جوان، بوڑھے مرد و خواتین ظلم وستم کا شکار ہو رہے ہیں۔ فطرت کی طاقتوں پر انسان کی حکومت تعمیر و ترقی اور تہذیب انسانی کے فروغ کی بجائے محض تخریب کاری کا ذریعہ بن گئی ہے۔

انسانی فلاح و بہبود کے اداروں کو ظالم حکمران اور حکام ذاتی مفادات کی خاطر تباہ کر رہے ہیں۔ ترقی یافتہ اقوام اور ممالک اپنی بالا دستی کے لیے روا رکھنے والے اپنے ظلم وستم سے نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہو کر ذہنی سکون قلبی اطمینان اور روحانی خوشیوں سے محروم ہیں اور کم ترقی یافتہ اور پسماندہ ممالک میں چین اور سکون اس واسطے میسر نہیں ہے کہ ان کی اندرونی سیاسی، معاشی اور معاشرتی خرابیاں، اندرونی بگاڑ، لڑائیاں، باہمی جھگڑے اور فسادات کی آگ ہے کہ جس میں مختلف طبقے، جماعتیں اور فرقے جل رہے ہیں۔ سب باہم دست و گریبان ہیں اور آپس میں کٹ مر رہے ہیں۔ ان کا حال تباہ اور مستقبل سخت مخدوش ہے۔

عوامِ پاکستان پر چھائے خوف کے سائے

نظریہ کائنات کی بنیاد پر وطن عزیز پاکستان کو حاصل کرنے اور ایک اسلامی ریاست کی تشکیل، تعمیر اور ترقی کے لیے تحریک پاکستان کے وقت لاکھوں مسلمانوں نے بے مثال جانی اور مالی قربانیاں پیش کیں لیکن بدقسمتی سے ملک کا عنان اقتدار جن نا اہل، ان پڑھ اور غاصب حکمرانوں کے ہاتھ آیا، وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور شریعت محمدی ﷺ سے یکسر بیگانہ اور دنیاوی خواہشات کی پیروی کرنے والے وہ افراد ہیں کہ جن کی ذہنی حالت اور عملی زندگی بین الاقوامی آمرین اور جبّارین سے مختلف نہیں ہے۔ یہ بھی ان ہی شیطانی قوتوں کے پجاری ہیں اور پوری طرح ان کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ غیر ملکی آمرین اپنے قومی مفادات کے لیے دنیا کے پسماندہ اقوام کے لیے عذاب بنے ہوئے ہیں اور ہمارے حکمران اپنے ذاتی مفادات کے لیے اپنے ملک کے مظلوم عوام کے لیے خونخوار درندے بن گئے ہیں۔ ایسے درندے جو اپنی عوام کو چیر پھاڑ رہے ہیں۔

بعثت نبوی ﷺ سے پہلے کی طرح آج ایک بار پھر نوع انسانی کفر اور ظلم کے اندھیروں میں ڈوب چکی ہے۔ ہر شخص دائمی خوف اور غم میں ڈوبا ہوا ہے۔ ہر طرف جہالت، بھوک اور افلاس ہے۔ کئی طرح کے خوف انسانی ذہن سے چمٹ گئے ہیں۔ ظالم انسانوں کا خوف، بے رحم حکمرانوں و عمّال کا خوف، دھونس، دھمکی، دولت اور طاقت کے ذریعے حکومت اور ملکی اداروں پر قبضہ کرنے والے آمرین کا خوف، اسمبلیوں میں ناجائز طریقوں سے پہنچنے والے غاصب اور نا اہل اراکین کا خوف، ناانصافی کا خوف، ریاستی غنڈہ گردی کا خوف، چادر اور چار دیواری کی تقدیس لٹنے کا خوف، قتل و غارتگری اور ناحق موت کا خوف، چوری، ڈکیتی اور دہشت گردی کا خوف، ہر جانب

خوف ہی خوف، غم ہی غم اور کرب وبلا کا دور دورہ ہے۔

خوف انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے، بیروزگاری، مہنگائی، غربت، اشیا خورد و نوش، گیس اور بجلی کی نایابی نے انسانی زندگی کو ایک مستقل عذاب بنا دیا ہے۔ ایک غریب لاچار اور مفلس شخص کہ جس کے بچے رات کو بھوکے سو جاتے ہیں اور صبح ان کے پاس ناشتے کا کوئی بندو بست نہ ہو۔کیا وہ صبح ہونے کے خوف سے رات کو اپنی نیند پوری کرسکتا ہے؟ یہی خوف وغم معاشرے اور انسان کے جذبات میں بے راہروی پیدا کرنے کا موجب بن جاتا ہے۔ اسی سے معاشرے میں جرائم جنم لیتے ہیں اور معاشرہ کے جزوی بگاڑ بڑھتے بڑھتے کلّی بگاڑ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

نا اہل حکمرانوں اور حکام کے ہاتھوں قومی اداروں کی تباہی اور زبوں حالی کی وجہ سے وطن عزیز پاکستان میں بے چاری عوام کی حالت زار یہ ہے کہ بچے ماں کی گود میں، گھر اور مدرسے میں، سکول اور کالج میں اور ہر جگہ خوف کے سایوں تلے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بازاروں، ہسپتالوں، تھانہ، کچہریوں، عدالت جس جگہ اور جہاں دیکھیں عوام ہر جگہ افلاس، بھوک، جہالت، خوف، دہشت اور غم کے سائے میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ملک پر قابض حکمرانوں، امراء، روساء اور حکومت کے مقتدر اور بااثر افراد کے بچے ملک عزیز کے سکولوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور نہ ہی ان کا علاج معالجہ مقامی ہسپتالوں میں ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کو قدرے سکون ہے۔ حکمران طبقہ اپنی موت سے بے فکر ہے کیونکہ انہوں نے مقامی ڈاکٹروں اور ہسپتالوں سے علاج کرانا ہوتا ہے اور نہ ہی اپنے ملک میں بنی دوائی استعمال کرنی ہوتی ہے۔ ان کو یقین ہوتا ہے کہ بھوک کی طرح وُہ موت سے بھی محفوظ ہیں۔ ان کی دانست میں ہر طرح کی سماوی اور دنیاوی تباہی اور بربادی صرف عوام کے لیے ہے۔

؎ برق گرتی ہے تو بے چارے ''غریبوں'' پر!

وطن عزیز میں یہ برق جو عوام پر مسلسل گر رہی ہے، آسمانی بجلی نہیں ہے بلکہ یہ عوام کے اپنے ہاتھوں بنی وہ بجلی ہے کہ جو انہوں نے اپنی اعلیٰ ترین امانت (ووٹ)اللہ تعالیٰ کے فرمان سے انحراف کرتے ہوئے ظالم، غاصب، نا اہل سرمایہ داروں کو منتخب کرنے کے لیے استعمال کی اور ان کو اپنے اُوپر مسلط کر کے ان کی نااہلی، بد دیانتی، خیانت اور بے انصافیوں کی بجلی خود اپنے اوپر گرانے کا اہتمام کیا ہے۔

زمانہ جاہلیت کے آثار

وطن عزیز میں آج جس دور سے ہم گزر رہے ہیں، یہ اُس دور جاہلیت سے قطعاً مختلف نہیں ہے کہ جس کو ہم قرآن مجید میں اساطیر الاولین کی شکل میں پڑھتے ہیں لیکن ان سے عبرت حاصل نہیں کر پا رہے۔ آج سے ہزاروں سال قبل بھی مختلف ادوار میں لوگ اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء، رسل اور پیغمبروں کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اللہ کے مخالف ''شیطانی گروہ'' میں شامل ہو جاتے تھے۔ پیغمبروں اور صالحین کو قتل کرتے تھے اور شیطان کے پجاری حکمرانوں کو مسندِ اقتدار پر بٹھا کر ان کے ہاتھوں ظلم وستم کا بازار گرم کراتے تھے۔ اس طرح دنیا ظلم و استبداد کے عذاب میں مبتلا ہو جاتی تھی، وحشت و بربریت کا دور دورہ ہو جاتا تھا۔۔۔ بہیمانہ حکومتیں طاقتور ہو جاتی تھیں۔۔۔ عدل و انصاف کی شمعیں بجھ جاتی تھیں۔۔۔ دنیا ظلم و جہالت کے اندھیرے میں ڈوب جاتی تھی۔۔۔ انسانیت زخموں سے چور چور ہو جاتی تھی۔

بے گناہ لوگ بغیر کسی وجہ کے ریاستی اہلکاروں کے ہاتھوں قتل ہوتے رہتے تھے۔۔۔ ظالم حکمران اور ان کے حکومتی غنڈوں (اس وقت کی پولیس) کے خونین ہاتھ اطاعت گزاروں اور اللہ کے نیک بندوں کی گردنوں پر

ہوتے تھے۔۔۔ تلوار، نیزوں، بھالوں اور تیروں سے بے گناہوں کے سینے چھلنی کر دیئے جاتے تھے۔۔۔ بے ضمیر حکمرانوں، حکّام و عمّال کی زندگی کا مقصد نفس پرستی، بو الہوسی اور رشوت خوری کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔۔۔ نسل انسانی شدائد، مصائب، ابتلا اور عذاب میں گرفتار ہو جاتی تھی۔۔۔ انسانی عقل و فکر مفلوج ہو جاتی تھی۔۔۔ جسم پابند سلاسل ہو جاتے تھے۔۔۔ ذہنیت غاصبانہ اور حکمرانوں کے ساتھ عقیدت غلامانہ ہو جاتی تھی۔

المختصر یہ کہ حالات بعینہ ایسے تھے جیسے ہمارے ہاں آج ہیں۔ آج بھی برسر اقتدار حکمران طبقہ، ان کی پارٹی کے اراکین اور اسمبلی میں ان کے نمائندوں نے جھوٹے خداؤں کا رُوپ دھار رکھا ہے اور ''اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللّٰه'' بنے بیٹھے ہیں۔۔۔ تھانہ کچہری اور عدالت ان کے گھر کی لونڈی ہے۔۔۔ مظلوم اور بے بس عوام ان کے وحشیانہ دست ستم میں جکڑی ہوئی ہے۔۔۔ نہتے اور بے گناہوں پر پولیس سر عام گولیاں برساتی ہے۔۔۔ عام شہری بے حس اور بے بس ہے۔۔۔ ان کے ساتھ ظلم پر ظلم ہو رہا ہے۔۔۔ ہر طرح کا ستم ان پر ڈھایا جا رہا ہے۔

افسوس! ان حالات میں ظلم سہنے کے باوجود عوام خاموش ہے۔ ان کا ذہن مفلوج اور سُن ہو چکا ہے۔ وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں، سہہ رہے ہیں لیکن ان کی جانب سے کوئی آواز اور صدائے احتجاج بلند نہیں ہو رہی ہے۔ عوام کی اس بے حسی کی وجہ کیا ہے؟ یہ سوچنے کی بات ہے۔ ایک وجہ جو صاف نظر آتی ہے، وہ یہ ہے کہ عوام نے اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک ﷺ کی تعلیمات اور اطاعت کو فراموش کر دیا ہے۔ انہوں نے آسمانی ہدایت اور شریعت محمدی ﷺ کی بات سننے کے لیے اپنے کان بند کر لیے ہیں۔ انہوں نے احکامات الٰہی دیکھنے کے لیے اپنی آنکھیں موندھ لی ہیں۔ عوام کی ایک غالب اکثریت ''صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ'' کے مصداق بہرے، گونگے اور اندھے ہو گئے ہیں۔ وُہ اپنے اوپر بار بار ان ہی ظالم اور نا اہل حکمرانوں کو مسلط کرتے ہیں جو ہر وقت ان کو ہی روندھ رہے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ

''اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَهْلِهَا''

''بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم (ہر قسم کی) امانتیں ان لوگوں کے سپرد کر دو جو ان کے اہل اور حقدار ہیں''۔

لیکن ہم لوگ ان ظالم غاصب، لٹیرے اور بد دیانت وڈیروں، جاگیرداروں، کارخانہ داروں اور سرمایہ داروں کی ہر قسم کی گھناؤنی حرکات کو سننے، دیکھنے اور سہنے کے باوجود اپنی اعلیٰ ترین امانت اور بنیادی انسانی حق رائے دہی؛ حکم الٰہی کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے ووٹ کے ذریعے ان نا اہلوں کے سپرد کر دیتے ہیں۔

بعد ازاں ہم عوام ہی حزب الشیطان اور شیطانی گروہ کے نمائندہ وڈیروں، جاگیرداروں، چوہدریوں اور بدنام زمانہ غنڈوں، لٹیروں، حکومتی پارٹیوں کے لیڈروں کے دَر پر اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے حاضر رہتے ہیں۔ ان غاصبوں کے سامنے گڑگڑا کر اپنی عرضیاں پیش کرتے ہیں اور جائز و ناجائز کاموں کے لیے سیسہ نوائی اور جبین سائی کرتے ہیں۔ دوسری طرف عوام میں سے ہی ظالم حکمرانوں کے سیاسی کارندے، ان کے مشیر اور وزراء کذب بیانی کرتے ہوئے جلسے جلوسوں اور میڈیا پر اپنے آقاؤں کی تعریفوں کے پُل باندھتے اور عوام الناس کو دھوکا دیتے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ ظالموں کی جھوٹی تعریف کرنا درحقیقت ظلم ڈھانے اور ظالموں کے ہاتھ مضبوط کرنے میں ان کا ساتھ دینا ہے۔

❁❁❁❁❁

ملکی حالات وواقعات

حقائق کیا ہیں؟

اس سلسلۂ تحریر میں ملکی سطح پر گذشتہ ماہ پیش آنے والے حالات و واقعات پر ایک تجزیہ پیش کیا جائے گا اور اس تناظر میں ان واقعات کے حقائق جانیں گے کہ ایسا کیوں ہوا؟ ذمہ دار کون ہے؟ خرابی کا تدارک اور حالات کی بہتری کیونکر ممکن ہے؟

عین الحق بغدادی☆

معیشت کی مضبوطی۔ وزیراعظم کے دعوے غلط ہیں

شرح خواندگی میں کمی اور تحقیق سے بیگانہ پن کا سب سے زیادہ فائدہ حکمران طبقہ اٹھارہا ہے۔ عوام کی سادگی اور حکمرانوں کی مکاری کم ہونے کا نام نہیں لے رہی۔ جن ممالک میں شرح خواندگی زیادہ اور عوام سیاسی اعتبار سے پختہ شعور رکھتے ہیں وہاں کے حکمرانوں کیلئے اپنے عوام کو دھوکہ دینا ناممکنات میں سے ہے۔ ترقی یافتہ جمہوری ممالک میں غلط بیانی، وعدہ خلافی، دھوکہ دہی کے حوالے سے قانونی رویوں میں سختی حکمران طبقہ کیلئے عام شہریوں سے زیادہ ہے کیونکہ وہ حکمران اور لیڈر قوموں کیلئے رول ماڈل ہوتے ہیں۔

حال ہی میں پانامہ لیکس آنے کے بعد برازیل، برطانیہ، آئس لینڈ کے وزرائے اعظم کو عوامی کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑا، متعدد کو پارلیمنٹ میں وضاحت دینا پڑی اور کچھ کو اپنے عہدوں سے ہاتھ دھونا پڑے۔ جمہوریت کے اندر عوامی دباؤ جمہوری رویوں کو پختہ کرنے اور جمہوریت کی گاڑی کو ٹریک پر رکھنے کے حوالے سے مرکزی کردار ادا کرتا ہے مگر بدقسمتی سے پاکستان میں الیکشن سے پہلے اور الیکشن کے بعد حکمران عوام سے کھل کر جھوٹ بولتے ہیں اور پھر شرمندہ بھی نہیں ہوتے۔

2013ء کے الیکشن میں 6 ماہ کے اندر لوڈشیڈنگ ختم کرنے، کشکول توڑنے اور لوٹی گئی ملکی دولت واپس لانے کے نعروں کے ساتھ رائے عامہ کو گمراہ کیا گیا اور پھر الیکشن جیتنے کے بعد حکمران جماعت نے نہ صرف اپنے وعدوں کو بھلا دیا بلکہ ان کا ہر قدم لوڈشیڈنگ میں اضافہ کرنے، کشکول کا سائز بڑا کرنے اور ملکی دولت کو بیرون ملک منتقل کرنے کی طرف اٹھا۔

شریف برادران نے ہر دور میں خود کو تاجر برادری، صنعتکاروں کے نمائندہ کے طور پر پیش کیا اور یہ تاثر دیا کہ ن لیگ اور شریف برادران ہی وہ واحد سیاستدان ہیں جو پاکستان کی معیشت، کاروبار اور صنعتی مسائل کو سمجھتے اور ان کو حل کرنے کی تدبیر رکھتے ہیں۔ یہ جب بھی برسراقتدار آتے ہیں ملک کو ایشیا کا اقتصادی ٹائیگر بنانے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر جس وقت رخصت ہوتے ہیں تو پاکستان پر ڈیفالٹ کی تلوار لٹک رہی ہوتی ہے۔ 30 سال کا شریف برادران کا عرصہ اقتدار بتاتا ہے کہ پاکستان کی معیشت کو جتنا نقصان شریف برادران کے دور میں پہنچا گزشتہ 70 سال میں نہیں پہنچا۔ ٹیکسٹائل، سپورٹس، لیدر، کاٹن، رائس، آلات جراحی، قالین بافی کے شعبوں میں پاکستان دنیا کی مارکیٹ میں راج کرتا تھا اور ان شعبوں میں میڈان پاکستان کا مارکہ معیار کی ضمانت ہوتا تھا مگر آج یہ مارکیٹ پاکستان سے چھن چکی ہے۔

☆ (ڈپٹی ڈائریکٹر میڈیا سیل PAT،MQI) ainulhaq70@gmail.com

8 ستمبر کو پاکستان سٹاک ایکسچینج کراچی میں وزیراعظم نے ایک بار پھر 2 غلط دعوے کیے:

ا۔ سرمایہ ملک سے باہر جا نہیں رہا بلکہ آرہا ہے۔

۲۔ ہماری پالیسیوں سے ملکی معیشت بہتر ہورہی ہے۔

وزیراعظم کے یہ دعوے سفید جھوٹ ہیں کہ معیشت کمزور نہیں بلکہ بہتر ہورہی ہے۔ آزادی کے جدید تصور میں معاشی آزادی بنیادی نقطہ ہے۔ وہ قومیں جو معاشی اعتبار سے آج آزاد نہیں ہیں وہ 100 سال پرانے Colonialism کا شکار ہیں۔ وہ جسمانی اعتبار سے تو غلام نہیں لیکن اپنے اعمال اور افعال کے حوالے سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہیں۔ ایسی قومیں اور ان کے حکمران بظاہر آزاد ہیں مگر وہ آزادی کے ساتھ ٹیکس کم یا زیادہ نہیں کر سکتے۔ ٹیکس لگانے اور ٹیکس وصول کرنے میں بھی انہیں آزادی حاصل نہیں ہوتی۔ اپنی تاریخ، ثقافت اور تہذیب کے تحفظ کے حوالے سے بھی وہ قوانین بنانے اور نافذ کرنے میں آزاد نہیں ہوتے۔

معیشت کی ''مضبوطی'' کی حقیقت

وزیراعظم پاکستان نے معیشت کی جس مضبوطی کا دعویٰ کیا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ

☆ گزشتہ 3 سال میں مجموعی قرضوں میں 5 ہزار 7 سو ارب کا اضافہ ہوا۔ جون 2010ء میں مجموعی قرضے 8 ہزار 9 سو 11 ارب تھے۔ جون 2016ء میں قرضوں کا حجم 25 ہزار ارب ہو چکا ہے۔ جون 2007ء میں واجب الادا قرضہ 40.5 ارب ڈالر تھا جو جون 2016ء میں بڑھ کر 73 ارب ڈالر ہو گیا۔ ن لیگ جب برسراقتدار آئی تو مجموعی ملکی قرضہ 48 ارب 10 کروڑ ڈالر تھا۔ جون 2015ء سے جون 2016ء کے درمیانی ایک سال میں 7.8 ارب ڈالر کا ملکی تاریخ کا سب سے زیادہ قرضہ لیا گیا۔ 2002ء میں پیدا ہونے والا ہر بچہ 63 ہزار کا مقروض تھا آج جون 2016ء میں ہر بچہ 1 لاکھ 7 ہزار کا مقروض ہے۔

☆ بجٹ خسارے میں گزشتہ مالی سال کی نسبت رواں سال 21.3 ارب روپے کا اضافہ ہوا۔ پاکستان اس وقت 12 سو ارب روپے سے زائد رقم سود کی مد میں ادا کررہا ہے جو دفاع (757 ارب) اور ترقیاتی بجٹ (593 ارب) سے کہیں زیادہ ہے۔

☆ اسی طرح وزارت خزانہ کی قائمہ کمیٹی میں 2016ء میں پیش ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان سے بیرونی ممالک گزشتہ پانچ برسوں کے دوران 2 کھرب 91 ارب 17 کروڑ ڈالر سے زائد زرمبادلہ منتقل کیا گیا۔ سب سے زیادہ زرمبادلہ 2015ء میں 64 ارب 22 کروڑ ڈالر بیرون ملک منتقل کیا گیا۔ مالی سال 2011ء میں 49 ارب 20 کروڑ 30 لاکھ امریکی ڈالر کا زرمبادلہ بیرونی ممالک منتقل کیا گیا جبکہ مالی سال 2012ء میں 54 ارب 73 کروڑ 90 لاکھ امریکی ڈالر کا زرمبادلہ پاکستان سے دیگر ممالک میں منتقل کیا گیا۔ سرکاری دستاویزات کے مطابق مالی سال 2013ء میں 59 ارب 19 کروڑ 60 لاکھ' مالی سال 2014ء میں 63 ارب 81 کروڑ 90 لاکھ امریکی ڈالر کا زرمبادلہ دیگر ممالک میں منتقل کیا گیا۔

کیا اسے معیشت کا استحکام کہتے ہیں۔۔۔؟ وزیراعظم بتائیں 3 سال میں وہ اپنا اور اپنے خاندان کے افراد کا کتنا سرمایہ پاکستان لیکر آئے۔۔۔؟ آخر ان کے بیٹے لندن میں بلینز ڈالر کا سالانہ پراپرٹی کا کاروبار کرتے ہیں۔۔۔؟ پانامہ لیکس کے انکشافات کو پانچ ماہ ہو گئے لیکن وزیراعظم پاکستان اس کا جواب دینے میں نہ صرف ناکام ہیں بلکہ الٹا اپوزیشن کو بلیک میل کررہے ہیں۔ مذکورہ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ سرمائے کے پاکستان آنے کا وزیراعظم کا دعویٰ زمینی حقائق کے منافی ہے۔

حکومت میں آنے سے پہلے سوئس بینکوں میں پڑا ہوا 200 ارب ڈالر کا سرمایہ پاکستان لانے کا وعدہ کیا گیا مگر اب اس کا ذکر بھی نہیں کیا جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ

پاکستان میں اس وقت کوئی ایسا قانون ہی نہیں ہے جو لوٹی گئی دولت کو واپس لانے کے حوالے سے بروئے کار آ سکے۔ ایف بی آر بھی صرف ان کیسز کو دیکھ سکتا ہے جو پانچ سال پرانے ہیں۔ پانچ سال کے بعد کے جو کیسز ہیں ان کو ایف بی آر بھی نہیں دیکھ سکتا کیونکہ یہ پورا نظام مک مکا اور ملی بھگت پر مبنی ہے۔ اس لیے ایسے قانون بنائے گئے ہیں جو کرپشن کو تحفظ دیتے ہیں۔

سب سے بڑی مثال 9 ستمبر کا سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے جس میں نیب کی طرف سے رضا کارانہ لوٹی گئی رقم کی واپسی پر کسی قسم کی کوئی قانونی کارروائی عمل میں نہ آنا آئین اور نیب قوانین سے متصادم قرار دیا گیا ہے۔ سپریم کورٹ کے معزز جج صاحبان جسٹس امیر ہانی مسلم اور جسٹس مشیر عالم پر مشتمل بنچ نے عبوری فیصلے میں قرار دیا کہ ''بادی النظر میں نیب کی رضا کارانہ سکیم آئین پاکستان اور نیب آرڈیننس سے متصادم ہے۔ سپریم کورٹ نے صوبائی اور وفاقی حکومتوں سے نیب کی رضا کارانہ سکیم سے فائدہ اٹھانے والے سرکاری ملازمین کی فہرستیں طلب کر لی ہیں اور صوبائی وفاقی حکومتوں کو حکم دیا ہے کہ عدالت کو بتایا جائے کہ متعلقہ اداروں نے رضا کارانہ سکیم سے فائدہ اٹھانے والے ملازمین کیخلاف کیا اقدامات کیے۔ نیب کی رضا کارانہ سکیم کے ذریعے کسی بھی سرکاری ملازم کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ پہلے کرپشن کرے اور پھر اعتراف کے بعد رقم واپس کر کے دوبارہ عہدے پر فائز ہو جائے اور چیئرمین نیب ایسے فرد کو کلین چٹ دے دیں''۔

ملک قرضوں کی دلدل میں دھنس چکا مگر عوام کی حالت زار نہیں بدل سکی۔ آخر قرضہ کہاں گیا۔۔۔؟ ملک تاریخ کے بدترین قرضوں کے بوجھ تلے دبا ہے۔ یہ قرضے اگر ملک اور عوام کے مفاد میں لیے گئے تو اس کے اثرات اور ثمرات کہاں ہیں۔۔۔؟ عوام کی حالت زار بہتر ہونے کے بجائے مزید خراب کیوں ہوگئی۔۔۔؟

زمینی حقائق

عوامی بہتری کے حوالے سے زمینی حقائق بتاتے ہیں کہ

☆ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق تعلیمی نظام 60سال پرانا اور 56 لاکھ بچے آؤٹ آف سکول ہیں۔ لاہور سمیت پورے پنجاب میں اساتذہ اپنے حقوق کیلئے سڑکوں پر ہیں اور بچوں کو سکولوں میں بنیادی سہولتیں بھی میسر نہیں۔ پاکستان سوشل اینڈ Living سٹینڈرڈ سروے 2014ء کے مطابق پاکستان میں شرح خواندگی 60فیصد سے کم ہو کر 58 فیصد پر آ گئی۔

☆ پاکستان کونسل آف ریسرچ برائے آبی وسائل کے مطابق 82فیصد پانی زہر آلود ہے۔ 52 فیصد پاکستانی سیوریج اور صاف پانی کی سہولت سے محروم ہیں۔ گندا پانی پینے سے شہری مختلف جان لیوا بیماریوں میں مبتلا ہیں۔

☆ اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق گزشتہ سال 3 لاکھ پاکستانی ملک چھوڑ گئے۔

☆ ورلڈ بینک نے پاکستان سے متعلق اپنی 2015ء کی رپورٹ میں کہا کہ پاکستان کے معاشی اصلاحاتی ایجنڈے کو کرپشن سے خطرہ ہے۔ پلڈاٹ کی اپریل کی 2015ء کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں ہر سال 15 ارب ڈالر کی کرپشن ہوتی ہے۔

☆ 2015ء میں قومی اسمبلی میں پیش ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق ملک بھر کی عدالتوں میں 17لاکھ سے زائد مقدمات التواء کا شکار ہیں۔

وزیراعظم کے مذکورہ بالا دونوں دعوے غلط اور قوم سے ایک اور دھوکہ ہیں۔ جس ملک میں پانامہ لیکس اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے کھلے ثبوتوں کے باوجود ذمہ داروں کیخلاف کارروائی نہ ہو سکے وہاں ترقی اور جمہوریت کے جھوٹے دعوؤں کی کوئی حیثیت اور اہمیت نہیں۔

❁❁❁❁❁

شہدائے ماڈل ٹاؤن کے انصاف کے لئے

قصاص اور سالمیت پاکستان تحریک

ملک بھر کے 175 سے زائد شہروں میں احتجاجی مظاہرے اور دھرنے

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے قاتلوں سے قصاص لینے، سالمیت پاکستان کو یقینی بنانے اور پاکستان کو معاشی و عسکری دہشت گردوں سے نجات دلانے کے لئے 20 اگست تا 03 ستمبر 2016ء ملک بھر کے 175 سے زائد شہروں میں قصاص اور سالمیت پاکستان کے عنوان کے تحت قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی ہدایات پر پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام عظیم الشان احتجاجی مظاہرے، مارچ اور دھرنے منعقد ہوئے۔ ان دھرنوں میں تحریک انصاف، پیپلز پارٹی، ق لیگ، جماعت اسلامی، سنی اتحاد کونسل، جمیعت العلمائے پاکستان، مجلس وحدت المسلمین اور مینارٹیز سمیت ہر طبقہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لاکھوں لوگوں نے شرکت کی۔ 175 سے زائد شہروں میں ہونے والے احتجاجی دھرنوں میں جن دھرنوں کو مرکزی حیثیت حاصل تھی ان کی تفصیل ذیل میں درج کی جارہی ہے جبکہ دیگر احتجاجی مظاہروں، مارچ اور دھرنوں کی تفصیلات کے لئے www.minhaj.org اور www.pat.com.pk ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔ 20 اگست 2016ء۔۔۔ 105 شہروں میں احتجاجی مظاہرے اور دھرنے

قائد انقلا ب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی ہدایات پر 20 اگست کو ملک بھر کے 105 شہروں میں احتجاجی مظاہرے اور دھرنے ہوئے۔ جن میں ہر طبقہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لاکھوں لوگوں نے شرکت کی۔ 105 شہروں میں ہونے والے ان دھرنوں میں لاہور مال روڈ پر ہونے والے احتجاجی مظاہرے اور دھرنے کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ احتجاجی دھرنوں کے شرکاء سے ویڈیو لنک سے خطاب کرتے ہوئے قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے کہا کہ آل شریف سن لیں اگر چاہیں تو 7 دن کے اندر 17 جون کا بدلہ لے سکتے ہیں مگر میں نے ساری عمر امن کا درس دیا ہے، لہذا ہم ایسا نہیں کریں گے۔ پنجاب دہشت گردوں کا نظریاتی درالخلافہ ہے، وزیرستان سے دہشت گردی ختم ہوگئی، پنجاب سے کب ہوگی؟ نواز شریف کا وجود پاکستان کی سالمیت کیلئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ ہمارا مطالبہ صرف قصاص ہے۔ ہماری ایف آئی آر آرمی چیف کی مدد سے درج ہوئی انہی سے انصاف کا مطالبہ ہے۔ فوج پر تنقید کرنے والے نواز شریف کے اتحادیوں نے ان کی حکومت اور جمہوریت کی اپنی چادر میں چھپا رکھا ہے۔ جب بھی نواز شریف کو خطرہ ہوتا ہے دھماکے شروع ہو جاتے ہیں۔ ہم جاننا چاہتے ہیں پنجاب اور وفاق کے حکمرانوں کا اور دہشت گردی کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

ہم سڑکوں پر آنے پر اس لئے مجبور ہوئے کہ ہمیں ایف آئی آر کے اندراج کا حق نہیں دیا گیا۔ ہمیں غیر جانبدار جے آئی ٹی کی تشکیل کا حق نہیں دیا گیا، ہمیں قانون کے مطابق فیئر ٹرائل نہیں ملا، جوڈیشل کمیشن کی رپورٹ کی

کا پتہ نہیں ملی، ہم پر انصاف کے دروازے بند کیے گئے کیونکہ جنہوں نے قتل کیے وہ حکومت میں بیٹھے ہیں۔ آل شریف نے اپنے آپ کو بچانے کیلئے ضابطہ فوجداری قانون میں تبدیلی کا فیصلہ کیا ہے تا کہ یہ ہمارے استغاثے کی گرفت سے بچ سکیں مگر انہیں اتنی مہلت نہیں ملے گی۔ عوامی تحریک کے کارکنان نے 105 شہروں میں بیک وقت انقلابی دھرنے دے کر پاکستان کی سیاسی تاریخ میں ایک نئی مثال رقم کی ہے۔ ہمارے کارکن جھکنا، رکنا، ڈرنا نہیں جانتے، ایسے کارکن کسی جماعت کے پاس نہیں ہیں۔

☆ کلبھوشن پکڑا جائے یا بلوچستان میں انڈین وزیراعظم اپنی کھلی مداخلت کا اعتراف کرے یا ان کی فیکٹریوں سے جاسوس پکڑے جائیں یا کوئٹہ میں دھماکہ ہو یا مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہوں وزیراعظم کے لب کیوں سلے رہتے ہیں؟ دہشت گردوں کی اس سرپرست آل شریف نے اے پی ایس کے معصوم بچوں سمیت دہشتگردی کے شکار ہزاروں پاکستانیوں کے خون سے غداری کی۔ میں قوم کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر 2018 کے الیکشن ہوئے تو پھر یہ ملک قائداعظم کا ملک نہیں ہوگا بلکہ یہ سلطنت شریفیہ ہوگی اور جہاں پاک فوج بھی پنجاب پولیس کی طرح ہوگی۔ قوم کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ انہوں نے پاکستان یا شریف خاندان میں سے کس کو رکھنا ہے؟

پنجاب دہشتگردی، کرپشن، خواتین کے خلاف جرائم، اغواء برائے تاوان، بچوں کے اغواء، کار ڈکیتی، سٹریٹ کرائم میں نمبر ون ہے۔ شریف برادران جو سوچتے ہیں اسے قانون سمجھتے ہیں۔ سستی روٹی پراجیکٹ کے 30 ارب کے فراڈ سے لے میٹرو منصوبوں تک شریف برادران کرپشن میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ کسی نے پوچھا 2008ء کا سرپلس پنجاب آج ایک ہزار ارب کا مقروض کیوں ہے؟ وزیرستان کا امن بحال ہوگیا مگر پنجاب جوں کا توں ہے یہاں رینجرز کا آپریشن کیوں نہیں ہوتا؟ پاکستان اس وقت 25 ہزار ارب کا مقروض ہو چکا ہے۔ 30 ہزار ارب ہونے پر جی ڈی پی کے برابر قرض ہو جائیگا اور پاکستان دیوالیہ قرار پائے گا۔ قومی ایکشن پلان کے حوالے سے وزیراعظم بتائیں انہوں نے کتنے اجلاسوں کی صدارت کی؟ نیکٹا کو فنڈ کیوں نہیں دیئے؟ دہشت گردی کے کیسز سننے والی عدالتوں کو فنڈز اور عملہ کیوں نہیں دیا؟ بلوچستان میں وزیراعظم کے اتحادی قومی شناختی کارڈ کے اجراء اور تصدیق کے عمل میں رکاوٹ ہیں۔ وہ دہشت گردوں کو جاری ہونے والے شناختی کارڈوں کی تصدیق نہیں ہونے دے رہے۔

پنجاب میں دہشت گردوں کے سرپرستوں کے خلاف آپریشن کیا جائے۔ پنجاب دہشتگردوں کا نظریاتی خالق ہے۔ ڈھیل کا وقت ختم ہوگیا اب آئین و قانون کے مطابق انتقام لیں گے۔ جان کے بدلے جان، خون کے بدلے خون اور سر کے بدلے سر لیں گے۔ جھکیں گے نہ بکیں گے۔ کیا دہشت گردی کا خاتمہ صرف فوج کی ذمہ داری ہے؟ حکومت نے نیشنل ایکشن پلان کو خود ناکام کیا۔ اس نظام کے تحت قائداعظم، علامہ اقبال بھی آجائیں تو وہ بھی ان سے یونین کونسل کا الیکشن نہیں جیت سکتے۔

قائد انقلاب نے 105 شہروں کے دھرنوں میں شریک ہونے والے کارکنوں اور جملہ جماعتوں کے عزم و جذبہ اور حب الوطنی کو سراہا اور احتجاجی دھرنوں میں شرکت پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ لاہور کے اس مرکزی دھرنے سے محترم ولید اقبال (پی ٹی آئی)، محترم خرم نواز گنڈا پور اور دیگر مقررین نے خطابات کئے۔

☆ عوامی مسلم لیگ کے سربراہ محترم شیخ رشید احمد اور محترم بشارت جسپال نے فیصل آباد، محترم خرم نواز گنڈاپور نے لاہور، محترم مخدوم ندیم ہاشمی اور محترم سردار شاکر مزاری نے سندھ، محترم خالد درانی نے خیبرپختونخوا میں احتجاجی ریلیوں کی قیادت کی اور خطابات کئے۔

☆ فیصل آباد میں عوامی تحریک کی ریلی سٹیشن چوک سے روانہ ہو کر چنیوٹ بازار چوک جلسہ گاہ میں پہنچی جس میں ہزاروں مرد وخواتین نے شرکت کی۔ چنیوٹ بازار میں عوامی مسلم لیگ کے سربراہ شیخ رشید احمد نے بھی جلسے میں شرکت کی اور شرکاء سے پرجوش خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک پر قبضہ گروپ کی حکومت ہے اور قبضہ چھڑانے کیلئے عوام بھرپور جدوجہد کریں۔ پاکستان اور نواز شریف اب کسی صورت اکٹھے نہیں چل سکتے۔حکومت صرف چند دنوں کی مہمان ہے۔

☆ جتوئی، مظفر گڑھ سے بھی ریلیاں نکالی گئیں۔سندھ کے بھی کئی شہروں میں ریلیاں نکالی گئیں، لاڑکانہ میں ریلی کے شرکا نے حکومت مخالف نعرے لگائے۔سکھر میں پریس کلب کے سامنے احتجاجی دھرنا دیا گیا اور ریلی نکالی گئی۔ ریلی کی قیادت تحریک کے صوبائی صدر مخدوم ندیم احمد ہاشمی، تحریک انصاف کے رفیق احمد سومرو نے کی۔ خیبر پختونخوا کے کئی شہروں میں بھی دھرنے دیئے گئے۔عوامی تحریک کے کارکنوں نے پشاور میں ہشت نگری سے قیوم سٹیڈیم تک قصاص ریلی نکالی۔ کارکنوں نے قیوم سٹیڈیم سے پریس کلب تک پیدل مارچ بھی کیا۔ دھرنے سے عوامی تحریک کے صوبائی صدر محترم خالد درانی نے خطاب کیا۔ان مواقع پر مقررین نے خطاب میں موجودہ حکمرانوں کو قومی سلامتی کیلئے خطرہ قرار دیتے ہوئے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے شہداء کے قصاص و انصاف کا مطالبہ کیا۔

۲۔ 21 اگست 2016ء۔۔۔ 46 شہروں میں احتجاجی مظاہرے اور دھرنے

21 اگست 2016ء کو قصاص اور سالمیت پاکستان تحریک کے ضمن میں 46 شہروں میں احتجاجی مظاہرے اور دھرنے ہوئے جس میں سیاسی جماعتوں کے قائدین، جملہ طبقہ زندگی کے نمائندہ افراد اور لاکھوں عوام نے بھرپور شرکت کی۔ 46 شہروں میں ہونے والے ان احتجاجی مظاہروں میں گوجرانوالہ میں ہونے والے احتجاجی مظاہرہ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ پاکستان قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے گوجرانوالہ سمیت 46 شہروں میں احتجاجی دھرنوں سے ویڈیو لنک کے ذریعہ خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ

ظالم اکٹھے اور مظلوم منتشر ہیں۔ انصاف کیلئے کسانوں، ڈاکٹرز، مزدوروں، کلرکوں، نرسز، اساتذہ کو متحد ہو کر نکلنا ہوگا۔ الگ الگ نکلنے سے 18، 18 گھنٹے کی لوڈ شیڈنگ ختم ہو گی نہ غربت۔ اصلی ڈگری والے سڑکوں پر اور جعلی ڈگری والے اسمبلیوں میں بیٹھے ہیں۔ ہماری تحریک قصاص 20 کروڑ عوام کو حقوق دلوانے اور ملک میں حقیقی جمہوریت بحال کرنے کیلئے ہے۔ یہ کیسی پارلیمنٹ ہے جو اپنے وزیراعظم کا احتساب کرنا تو دور کی بات ٹی او آرز بھی نہیں بنا سکتی۔ ہمارے کارکنوں نے جان و مال کی بے دریغ قربانیاں دیں اور دے رہے ہیں، اب قوم کو بھی پاکستان بچانے اور لٹیروں کو بھگانے کیلئے اپنا حصہ ڈالنا ہوگا۔کل بیک وقت 105 شہروں میں اور اب 46 شہروں میں دھرنے عوامی تحریک کا امتیاز ہے۔ عوامی تحریک کے کارکنوں نے نئی تاریخ رقم کر دی ہے۔عوامی تحریک کے دھرنوں نے ظالم نظام اور کرپٹ حکمرانوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ میرا آج قوم کے نام ایک ہی پیغام ہے کہ مل کر نکلو، جدا جدا نکلو گے تو جدا جدا مارے جاؤ گے۔ یہ نہیں کہتا کہ پاکستان عوامی تحریک کا جھنڈا لے کر نکلو بلکہ کسان اپنا بینر، مزدور اپنا بینر، نرسز اپنا بینر، اساتذہ اپنا بینر لیکر نکلیں مگر اکٹھے نکلو۔

اسلام، آئین، قانون کو انتہا پسندوں نے اغوا کر لیا۔ ایف بی آر، پولیس، الیکشن کمیشن جیسے اداروں نے انصاف دینا تھا، ان اداروں کے سربراہان کا تقرر یہ ڈاکو کرتے ہیں۔ یہ جمہوریت نہیں ڈاکوؤں کا نظام ہے۔ چند سو خاندانوں نے پوری قوم کو یرغمال بنا رکھا ہے۔قومی ایکشن پلان کے صرف اس حصے پر عمل ہوا جو فوج کے ذمہ تھا۔ اب ایک بار مل کر مظلوموں کو ظالموں کے خلاف جنگ لڑنا ہوگی۔ ظالموں کا گریبان پکڑنے سے ہی انصاف ملے گا۔

بلدیاتی نمائندوں کو 8 سال سے اختیار نہیں ملے، پہلے الیکشن نہیں ہوئے اب آخری مرحلہ مکمل نہیں ہونے دیا جا رہا۔ کیا جمہوریت اختیارات چھیننے کا نام ہے۔ ملک میں مردم شماری نہیں ہوتی کیا اسے جمہوریت کہتے ہیں۔ قائداعظم رحمہ اللہ علیہ کے اس نشیمن کو آگ لگانے والے ایوانوں میں بیٹھے ہیں، کیا قائداعظم رحمہ اللہ علیہ نے ان لٹیروں کیلئے ملک بنایا تھا؟ ہماری قصاص تحریک دہشتگردی کے خاتمے کی کنجی ہے۔ اگر سانحہ ماڈل ٹاؤن کے شہداء کا قصاص ہوگیا تو ملک سے دہشتگردی بھی ختم ہوجائے گی۔

☆ اس احتجاجی دھرنے سے خطاب کرتے ہوئے عوامی مسلم لیگ کے رہنما محترم شیخ رشید احمد نے کہا کہ ڈاکٹر توقیر کو بھگایا گیا، باقی افسر بھاگنے کی تیاری میں ہیں، وزراء بھاگ رہے ہیں۔ حکومتی صفوں میں بھاگم دوڑ ہے۔ قوم ان لٹیروں کے خلاف اکٹھی ہو جائے۔

تحریک انصاف کے رہنماء محترم چودھری سرور نے کہا کہ ڈاکٹر طاہرالقادری کے کارکنوں کے ساتھ جو ظلم ہوا وہ ناقابل بیان ہے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کا انصاف اور قصاص صرف ڈاکٹر طاہرالقادری کی نہیں پاکستان کے ہر مظلوم کی آواز ہے۔ پی ٹی آئی شہدائے ماڈل ٹاؤن کو انصاف دلانے تک عوامی تحریک کے شانہ بشانہ کھڑی رہے گی۔

عوامی تحریک کے سیکرٹری جنرل محترم خرم نواز گنڈاپور نے کہا کہ قائداعظم رحمہ اللہ علیہ نے پاکستان انگریزوں سے آزاد کروایا، ہم آل شریف سے آزاد کروائیں گے۔ حکمرانوں کا اندرونی بیرونی دہشتگردوں سے رابطہ ہے۔ جب بھی شریف برادران کی حکومت کو خطرہ ہوتا ہے تو بھارت اور دو کرائے کے سیاستدان متحرک ہو جاتے ہیں۔

☆ گوجرانوالہ میں قصاص ریلی جنرل بس اسٹینڈ سے شروع ہو کر شیرانوالہ باغ پہنچ کر اختتام پذیر ہوئی۔ ریلی کے شرکاء نے بینرز اور پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے جن پر سانحہ لاہور اور حکمرانوں کے خلاف نعرے درج تھے۔

۳۔ 25 اگست 2016ء۔۔۔ 15 شہروں میں احتجاجی مظاہرے اور دھرنے

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف اور ملک سے سیاسی و معاشی دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام 25 اگست کو 15 شہروں میں عظیم الشان دھرنے منعقد ہوئے۔ ان دھرنوں کی قیادت PAT اور دیگر سیاسی جماعتوں کے قائدین اور سول سوسائٹی کے افراد نے شرکت کی۔ 15 شہروں میں ہونے والے ان احتجاجی مظاہروں میں ڈیرہ غازی خان میں ہونے والے احتجاجی دھرنے اور مارچ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اس دھرنے میں مرکزی قائدین نے خصوصی شرکت کی اور خطابات کئے۔

ڈی جی خان میں احتجاجی ریلی فیصل مسجد سے شروع ہو کر ٹریفک چوک پر اختتام پذیر ہوئی۔ احتجاجی دھرنے سے شیخ رشید احمد، خرم نواز گنڈاپور، فیاض وڑائچ، سابق وزیراعلیٰ دوست محمد کھوسہ، سردار سیف الدین کھوسہ، سردار شاکر مزاری، سردار سیف اللہ سدوزئی ایڈووکیٹ، سردار ریاض خان لغاری اور ملک اختر ملانہ نے بھی خطاب کیا۔

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ڈی جی خان میں منعقدہ احتجاجی جلسے اور دھرنے سے بذریعہ ویڈیو لنک خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کرپٹ لیڈروں کا گٹھ جوڑ اب ملکی سالمیت کے خلاف کارروائیوں میں بدل گیا۔ مفاہمت کی سیاست ہر قومی جرم کو آب زم زم سے دھو کر پاک صاف کرتی جا رہی ہے، خدا جانے ملک کا انجام کیا ہوگا؟ ماڈل ٹاؤن کے قاتل وزیراعظم نواز شریف، وزیراعلیٰ پنجاب شہباز شریف، وفاقی وصوبائی کابینہ کے وزراء ہیں۔ قصاص ملنے تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ شریف برادران کے درمیان رابطوں کا کردار ادا کرنے والے ڈاکٹر توقیر کو سفیر بنا کر سوئٹزر لینڈ بھجوایا

گیا۔ گولیاں چلانے والے ایس پی سلیمان کو بیرون ملک فرار کروا دیا گیا۔ ڈی آئی جی اور سانحہ ماڈل کے آپریشن کے نگران رانا عبدالجبار کو 11 اگست کو 2 سال کی چھٹی دے کر غائب کر دیا گیا۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ایک اور اہم کردار ایس پی عمر ریاض چیمہ کو بھی دو سال کی چھٹی دے کر منظر سے ہٹا دیا گیا۔ بقیہ بھاگنے کی تیاریوں میں ہیں۔ کیا ابھی بھی یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ذمہ دار کون ہیں؟۔ پاکستان کو گالیاں دینے والوں اور انکے سہولت کاروں، فوائد اٹھانے والے تمام کرداروں کے چہروں سے پردہ اٹھانا انتہائی ضروری ہے۔

آزادی کے مہینے میں پارلیمنٹ کے اندر اور باہر سلامتی پر سنگین حملے ہوئے مگر نہ سوموٹو ایکشن ہوا نہ وزیراعظم نے لب کشائی کی۔ کراچی کے واقعات کے پیچھے سانحہ کوئٹہ طرز کی سوچ، پلاننگ اور مقاصد کارفرما ہیں۔ ان مقاصد میں پاکستان کو برا بھلا کہہ کر عوام کو مشتعل کرنا، فوج کی مشکلات بڑھانا، کشمیر کے دہکتے ہوئے ایشو سے توجہ ہٹانا، دباؤ کا شکار شریف حکومت کو ریلیف دینا اور سلامتی کے ایشوز سے میڈیا کی توجہ ہٹانا شامل ہیں۔

ہم متحدہ قائد کی طرف سے پاکستان کو گالیاں دیئے جانے کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہیں اور کارروائی کا مطالبہ کرتے ہیں اور جاننا چاہتے ہیں کہ جب بھی پاکستان کی سلامتی پر حملہ ہوتا ہے وزیراعظم لب کشائی کیوں نہیں کرتے۔ ملکی سلامتی کے ایشوز پر ٹھوس اقدامات کی بجائے قرارداد اور بیانات کا سہارا لیا جا رہا ہے جن پر کبھی عمل نہیں ہوتا۔ کراچی کے ان واقعات سے قبل میڈیا پر جو قومی بحثیں چل رہی تھیں حکومت اس سے ناخوش تھی۔ تحریک قصاص، تحریک احتساب، پانامہ لیکس مقبوضہ کشمیر میں مظالم، ناجائز اثاثوں پر بحث ہو رہی تھی اب ٹی وی کی سکرینوں پر نئی بحثوں کا آغاز ہو چکا ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن اور کراچی کے واقعات کا آپس میں گہرا تعلق اور ٹائمنگ انتہائی اہم ہے۔

تخت لاہور نے جنوبی پنجاب کے ساتھ اقتدار کے مسلسل 8 ویں سال بھی امتیازی سلوک ختم نہیں کیا۔ ڈیرہ غازی خان میں ترقیاتی بجٹ کا 1.3 فیصد جبکہ لاہور میں 58 فیصد خرچ کیا۔ کسانوں کے ساتھ ظلم انتہا کو پہنچ گیا، گندم کی امدادی قیمت 1300، تھی کسانوں کو بمشکل 1100 ملے۔ ہر سال دریائے سندھ لاکھوں خاندانوں کا رزق بہا لے جاتا ہے مگر حکمرانوں کے پاس لاہور کی ایک سڑک پر اورنج ٹرین بنانے کیلئے کھربوں روپے ہیں مگر دریا کے پشتے پختہ کرنے کیلئے فنڈز نہیں۔

☆ اس موقع پر محترم شیخ رشید احمد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نواز حکومت پاکستان کو سول وار کی طرف دھکیل رہی ہے، ان لٹیروں کو اقتدار سے نہ بھگایا تو ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔ فوج کے خلاف سازشوں کی منصوبہ بندی وزیراعظم ہاؤس سے ہو رہی ہے۔

سیکرٹری جنرل عوامی تحریک خرم نواز گنڈا پور نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عوامی تحریک کے کارکن ظالم نظام سے لڑتے ہوئے قربانیاں دے رہے ہیں۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ذریعے ہماری قیادت اور کارکنوں کو ڈرانے کی کوشش کی گئی مگر ہمارے کارکن پہلے سے زیادہ پرعزم ہیں اور قصاص لے کر رہیں گے۔

محترم سردار دوست محمد کوسہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شریف برادران نے اپنے اقتدار کو طول دینے کیلئے ماڈل ٹاؤن میں بے گناہ شہریوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ شیخ رشید اور میں شریف برادران کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ تمام تر اختلافات سے بالا ہو کر انہیں اقتدار سے باہر نکالنا ہوگا اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے شہداء کا قصاص ہر صورت لینا ہوگا۔ انکی کرپشن کے چرچے پوری دنیا میں ہیں۔ لہٰذا ان کی معاشی دہشت گردی کو بھی منطقی انجام تک پہنچانا ہوگا۔

۴۔ 27 اگست 2016ء۔۔۔ 11 شہروں میں احتجاجی مظاہرے اور دھرنے

پاکستان عوامی تحریک کی تحریک قصاص کے سلسلے میں 27 اگست کو 11 شہروں میں احتجاجی مظاہرے اور دھرنے ہوئے۔ ان دھرنوں میں ملتان شہر میں ہونے والے دھرنے کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔

ملتان میں سانحہ ماڈل ٹاؤن کے شہداء کے قصاص کا مطالبہ لے کر قصاص مارچ و دھرنا گھنٹہ گھر چوک سے شروع ہوکر نواں شہر چوک پر اختتام پذیر ہوا، جہاں پر قائدین نے دھرنے سے خطاب کیا۔ احتجاجی مارچ کی قیادت عوامی مسلم لیگ کے سربراہ شیخ رشید احمد، سنی اتحاد کونسل کے سربراہ صاحبزادہ حامد رضا، پاکستان عوامی تحریک کے مرکزی سیکرٹری جنرل خرم نواز گنڈاپور، صوبائی صدر چوہدری فیاض احمد وڑائچ، مرکزی رہنما راجہ زاہد محمود، انجینئر رفیق نجم، سردار شاکر مزاری اور ڈاکٹر زبیر اے خان کررہے تھے۔ مارچ اور دھرنے میں پاکستان پیپلز پارٹی، تحریک انصاف، جماعت اسلامی، مجلس وحدت المسلمین، آل پاکستان مسلم لیگ، شیعہ علماء کونسل، پاکستان سنی تحریک، تحریک بقائے اسلام، مرکزی جماعت اہلسنت، پاکستان مسلم لیگ ق، عوامی راج پارٹی، سرائیکستان ڈیموکریٹک پارٹی کے علاوہ سکھ، ہندو اور عیسائی رہنما نے بھی شرکت کی۔ دھرنے میں مرد و خواتین کی بہت بڑی تعداد نے شرکت کی۔

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے لاہور سے بذریعہ ویڈیولنک ملتان میں قصاص اور سالمیت پاکستان تحریک کے احتجاجی دھرنے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کرپشن، دہشتگردی اور عوام دشمن پالیسیوں کو چیلنج کرنے پر شریف حکومت نے ماڈل ٹاؤن میں 14 لاشیں گرائیں۔ وزیراعظم بتائیں پاکستان کی سالمیت پر حملے کرنے والوں کے خلاف انہوں نے کیا ایکشن لیا؟ قوم جاننا چاہتی ہے پاکستان کو توڑنے کے مشن پر کاربند کلبھوشن کی گرفتاری، سانحہ کوئٹہ، مقبوضہ کشمیر کی بربریت اور پارلیمنٹ میں افواج پاکستان کے خلاف بار بار ہرزہ سرائی پر ان کی زبان گنگ کیوں ہے؟۔ وہ کن کے احسانات کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں کہ ملکی سالمیت کا تحفظ ثانوی حیثیت اختیار کرگیا۔ قصاص ملنے تک شریف برادران کا پیچھا کرتے رہیں گے۔ قصاص کی تحریک انصاف کی فراہمی اور ظلم کے خاتمے کی تحریک ہے۔ ملک کی سالمیت پر حملے ہورہے ہیں جبکہ ''موٹروے برادران'' سڑکوں کے افتتاح کرنے میں مصروف ہیں۔

ملکی ادارے کرپٹ شریف برادران نے یرغمال بنارکھے ہیں۔ ان اداروں کے سربراہ شریف برادران کے زر خرید غلام ہیں۔ ان کے پاس پانامہ کی دولت کے ذخائر ہیں۔ یہ ہر ایک کی قیمت لگاتے ہیں۔ یہ ضمیروں کے سوداگر ہیں۔ فرعون کی طاقت اور قارون کی دولت رکھنے والے یہ ظالم اگر آج تک کسی کو نہیں خرید سکے تو وہ پاکستان عوامی تحریک کے غریب مگر غیرت مند اور جرات مند کارکن ہیں جنہوں نے ان فرعونوں کی کروڑوں کی آفرز کو پاؤں کی ٹھوکر ماردی۔

سپریم کورٹ کے انتہائی معزز تین جج نے بھی کہا ہے کہ بدعنوانی کا تدارک نہ ہوا تو ریاستی بنیادیں کھوکھلی اور انجام خطرناک ہوگا۔ اس سے پہلے پاک فوج کے سربراہ نے کرپشن اور دہشت گردی کے گٹھ جوڑ کے خاتمے کی ضرورت پر زور دیا۔ انصاف اور سلامتی کے اداروں سے سوال ہے دیر کس بات کی؟ مٹ جائے گی مخلوق تو انصاف کرو گے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس ناقابل تردید شواہد کے ساتھ قوم اور قانون کی عدالت میں موجود ہے۔ پانامہ لیکس کا کیس زندہ ثبوتوں کے ساتھ کارروائی کا منتظر ہے۔ کرپشن کے 150 میگا سکینڈل کارروائی کے منتظر ہیں۔ قرضہ معافی سکینڈل کی عدالتی انکوائری کارروائی کی منتظر ہے۔ اداروں کو فیصلہ کرنا ہوگا شریف اقتدار اور کاروبار اہم ہے یا ملک اور قوم کا مفاد۔ ہم ترقی کے منصوبوں کے مخالف نہیں ہیں، ہم سے زیادہ کوئی ترقی پسند نہیں ہے مگر اربوں، کھربوں کے فینسی منصوبے اس وقت

اچھے لگتے ہیں جب ہر بچہ سکول جارہا ہو، ہر ڈگری ہولڈر برسر روزگار ہو، انصاف گھر کی دہلیز پر ہو، لوڈشیڈنگ نہ ہو، سستی خوراک اور سستی دوائی میسر ہو، قوم کے بچے اور بچیاں اغواء نہ ہورہی ہوں۔

داجل شہر میں شہریوں نے خونی ڈکیتیوں کے خلاف احتجاج کیا تو پولیس نے ڈاکوؤں کو پکڑنے کی بجائے 15 سوشہریوں کے خلاف مقدمہ درج کرلیا۔ امن پسند شہری پہلے ڈاکوؤں کے خوف سے گھروں سے باہر نہیں نکل سکتے تھے، اب پولیس کے چھاپوں کے خوف سے گھر نہیں آتے۔ یہ ظلم کا راج کب تک رہے گا۔ عوام کو ڈاکوؤں اور ڈاکوؤں کے بھیس میں پولیس والوں سے کون بچائے گا۔ اسی ملتان کے شہری آصف نے غربت کی وجہ سے چند ماہ قبل اپنے معصوم بچوں کو زہر دے کر خود بھی خودکشی کر لی۔ خودکشی سے قبل اس نے اپنے بچوں کو سکول سے اٹھا کر مدرسے میں داخل کروایا کیونکہ اس کے پاس سکول کی فیس دینے کے پیسے نہیں تھے۔ جو حکومتیں بچوں کو تعلیم دینے کی آئینی ذمہ داری پوری نہیں کرتیں ان کے بچے نامعلوم آمدنی والے مدارس میں پڑھتے اور پھر خودکش بمبار بنتے ہیں۔ جمہوری حکومتیں اپنے عوام کی ویلفیئر پر قومی دولت نچھاور کرتی ہیں۔ تعلیم، صحت اور انصاف کی سہولتوں پر پیسہ خرچ کرتی ہیں مگر پانامہ کے ڈاکو اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے قاتل میگا کرپشن اور کمیشن کیلئے میگا منصوبے بنا رہے ہیں۔ ان کے منصوبوں سے عام آدمی کی زندگی میں کوئی بہتری نہیں آئی۔ غربت بڑھی ہے، ملک پر قرضے بڑھے ہیں اور ترقی کا معکوس سفر جاری ہے۔

☆ احتجاجی دھرنے سے شیخ رشید احمد، چودھری سرور، جمشید دستی، فیاض وڑائچ، سردار شاکر مزاری، ڈاکٹر زبیر و دیگر نے خطاب کیا۔ احتجاجی دھرنے میں ہزاروں کارکنان نے شرکت کی۔ اپوزیشن جماعتوں اور سول سوسائٹی کے نمائندوں نے دھرنا دیا۔ خواتین کی بڑی تعداد بھی احتجاج میں شریک ہوئی شرکائے احتجاج نے ''گو نواز گو، قاتلو جواب دو خون کا حساب دو'' کے فلک شگاف نعرے لگائے۔

۵۔ 28 اگست 2016ء۔۔۔ 7 شہروں میں احتجاجی مظاہرے اور دھرنے

☆ سانحہ ماڈل ٹاؤن میں تاریخ کی بدترین ریاستی دہشت گردی اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس میں انصاف کی عدم فراہمی کے خلاف پورے ملک میں پاکستان عوامی تحریک کا احتجاج جاری ہے۔ 28 اگست 2016ء کو 7 شہروں میں عظیم الشان دھرنے اور مظاہرے ہوئے۔ ان شہروں میں سے کراچی اور کوئٹہ کے دھرنے کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔

کراچی

پاکستان عوامی تحریک کراچی نے 'قصاص و سلامتی پاکستان تحریک' کے تحت مزار قائد سے تبت سینٹر تک احتجاجی مارچ کیا اور تبت سینٹر کے سامنے دھرنا دیا۔ قصاص مارچ کی قیادت عوامی مسلم لیگ کے سربراہ محترم شیخ رشید احمد کر رہے تھے۔ بارش کے باوجود احتجاجی مارچ اور دھرنے میں پاکستان عوامی تحریک اور اپوزیشن جماعتوں کے کارکنان اور سول سوسائٹی، مذہبی و انسانی حقوق کی تنظیموں کے نمائندگان بڑی تعداد میں شریک تھے۔ مارچ اور دھرنے کے شرکاء شہدائے ماڈل ٹاؤن کے قصاص اور قاتلوں کی گرفتاری کیلئے نعرے لگا رہے تھے۔

مارچ کے شرکاء سے ویڈیو لنک کے ذریعے خطاب کرتے ہوئے پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے کہا کہ ہماری قصاص و سلامتی پاکستان تحریک کی کامیابی سے شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ساتھ ساتھ سانحہ اے پی ایس پشاور، سانحہ کوئٹہ، سانحہ گلشن اقبال پارک لاہور، سانحہ واہگہ بارڈر، سانحہ بلدیہ کراچی اور سانحہ کارساز

کے انصاف کے لئے بھی ہے۔ ان شہداء کے ورثاء کو انصاف ملے گا اور پھر کسی امیر کو کسی غریب کو اپنے اقتدار کے لیے کچلنے کی جرات نہیں ہو سکے گی۔

کلبھوشن کی گرفتاری کا سراغ حکمران خاندان کی شوگر ملوں میں بیٹھے ہوئے انڈین سے ملا، آج بھی شریف خاندان کی ملوں میں کئی بھارتی موجود ہیں، جو واہگہ بارڈر سے لائے جاتے ہیں۔ وزیر اعلی پنجاب اپنے گیسٹ ہاؤس میں ان کا استقبال کرتے ہیں اور کسی ایجنسی کو ان کی تلاشی اور کاغذات کی جانچ پڑتال کی اجازت نہیں ہوتی۔ ہمیں سلامتی کے اداروں کے صبر پر حیرت ہے کہ وہ یہ گھناؤنا کھیل کب تک دیکھتے رہیں گے؟ پاکستان کی سلامتی شٹل کاک بن کر درخواست کرتی پھرتی ہے کہ کوئی ہے کہ مجھے بچانے والا؟ جہاں پاکستان کا آئین اور ریاست انصاف کی منتظر ہو وہاں شہدائے ماڈل ٹاؤن کو انصاف کون دے گا؟ قاتل حکمرانوں کے ملکی سلامتی کے ساتھ دشمنی پر مبنی کردار پر انگلی اٹھائیں تو یہ کہتے ہیں جمہوریت خطرے میں پڑ گئی، نظام خطرے میں پڑ گیا۔ کراچی کی سرزمین پر پاکستان کو گالی دی گئی، حکومت کہتی ہے کہ خط لکھ دیا ہے، ہم پوچھتے ہیں پاکستان کی سلامتی پر حملے ہو رہے ہیں وزیراعظم کے لب کیوں سلے ہوئے ہیں۔ پارلیمینٹ کے فلور پر پاک فوج کے خلاف ہرزہ سرائی کر کے پاکستان کی سلامتی کو زخمی کیا گیا اور یہ مذموم کھیل کھیلنے والے آج بھی وزیراعظم کے اتحادی ہیں۔ پاکستان کے لیے ہجرت کرنے اور جان، مال، اولاد کی قربانیاں دینے والے پاکستان کو گالی دینے والوں کو کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔

☆ محترم شیخ رشید احمد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نواز شریف کا لٹیرا راج ختم ہونے والا ہے۔ پاکستان کو گالیاں دینے والوں کو نواز شریف کی سرپرستی حاصل ہے۔ تمام اپوزیشن جماعتوں کو نواز شریف کے لٹیرے اقتدار کے خلاف ایک ہونا ہوگا۔ سیاسی جماعتوں سے کہتا ہوں کہ دیر مت کرو، وقت تھوڑا اور مقابلہ سخت ہے۔ شریف راج کے خلاف ان شاء اللہ یہ تحریک اپنے منطقی انجام کو پہنچے گی۔

پاکستان عوامی تحریک مرکزی نائب صدر ڈاکٹر ایس ایم ضمیر اور پاکستان عوامی تحریک کراچی کے صدر سید علی اوسط نے کہا انصاف دینے والوں کی آنکھیں بند ہیں۔ دو سال سے انصاف نہیں ملا۔ جنرل راحیل شریف صاحب 14 لاشیں انصاف کی منتظر ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کا کیس نیشنل ایکشن پلان کے تحت بننے والی انسداد دہشت گردی کی فوجی عدالت میں چلایا جائے۔ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے قصاص، حکمرانوں کے احتساب اور استحصالی نظام سے نجات تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ڈاکٹر طاہرالقادری 20 کروڑ عوام کے حقوق کی جنگ لڑ رہے ہیں، ہم کراچی، حیدرآباد سمیت سندھ میں تمام مظلوم طبقات کی آواز بن کر انکے حق کی جدوجہد کریں گے۔

احتجاجی ریلی سے پاکستان عوامی تحریک کے قائدین اور جماعت اسلامی کے رہنما حافظ نعیم الرحمان، پاکستان سنی تحریک کے مطلوب اعوان، جے یو پی کے مفتی رفیع الرحمان اور بشپ اعجاز عنایت نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جب تک انصاف نہیں ملتا ہم ان شہداء کو نہ بھولے ہیں نہ بھولیں گے۔ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے قاتل حکمران ہیں، جب تک قاتل کیفر کردار کو نہیں پہنچتے ہماری جدوجہد جاری رہے گی۔

کوئٹہ

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے شہداء کے انصاف کے لئے 28 اگست 2016ء کو پاکستان عوامی تحریک کوئٹہ نے 'قصاص و سلامتی پاکستان تحریک' کے تحت جی پی او سے منان چوک تک احتجاجی مارچ کیا اور منان چوک میں دھرنا دیا۔ کوئٹہ میں احتجاجی تحریک کی قیادت پاکستان عوامی تحریک کے مرکزی رہنما محترم احمد نواز انجم نے کی، جبکہ مارچ اور دھرنے

میں پیر حبیب اللہ چشتی، بختیار احمد بلوچ، محمد اسماعیل نورزئی، حامد بلوچ ایڈووکیٹ، عطاء اللہ کامریڈ، ڈاکٹر عطاء الرحمن، مفتی محمد قاسمی، عبد الرحیم کاکڑ، سید قیوم آغا، عنایت اللہ درانی، محمودہ شبنم، سیدہ انجم ضیاء سمیت پاکستان عوامی تحریک اور اپوزیشن جماعتوں کے کارکنان اور سول سوسائٹی، مذہبی و انسانی حقوق کی تنظیموں کے نمائندگان نے خصوصی شرکت کی اور خطابات کئے۔ مارچ اور دھرنے کے شرکاء شہدائے ماڈل ٹاؤن کے قصاص اور قاتلوں کی گرفتاری کیلئے نعرے لگا رہے تھے۔

قائد انقلاب ڈاکٹر طاہرالقادری نے ویڈیو لنک کے ذریعے کوئٹہ کے احتجاجی شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بلوچستان کے عوام پاکستانی کی خوشحالی اور بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ ہم بلوچستان کے عوام کو انکی جرات، بہادری اور ثابت قدمی پر سلام کرتے ہیں انکی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ بلوچستان پاکستان کے شہیدوں کی سرزمین ہے۔ شہیدوں کے بہنے والے اس خون کو عوامی تحریک رائیگاں نہیں جانے دے گی۔ ہم شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ساتھ ساتھ سانحہ کوئٹہ کے شہیدوں کے خون کا بھی قصاص لیں گے۔ پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ ناانصافی ہے۔ ناانصافی کو ختم کر کے پاکستان کو امن اور خوشحالی کا گہوارہ بنائیں گے۔

ہماری تحریک قصاص، انصاف، احتساب، اور سالمیت پاکستان کی تحریک ہے۔ اس کے ذریعے کرپشن اور دہشت گردی کے گٹھ جوڑ کا خاتمہ ہوگا۔ سالمیت پاکستان کی اس تحریک کے ذریعے پہاڑوں کی چوٹیوں پر بیٹھے ہوئے بلوچوں کو بھی ملکی ترقی اور سالمیت کے تحفظ کے دھارے میں لائیں گے۔ کرپٹ شریف حکومت پاکستان کی سالمیت کو شہید کرنے کی سازش کر رہی ہے۔ اب سیاست نہیں ریاست کا مسئلہ ہے۔ پاکستان کی 20 کروڑ عوام، ہزاروں شہداء اور مظلوموں کے حقوق کا مسئلہ ہے۔ قصاص تحریک کی ابتداء شہدائے ماڈل ٹاؤن سے ہوئی مگر اس کی کامیابی سے پاکستان کے ہر شہید و مظلوم کو انصاف ملے گا۔

☆ محترم احمد نواز انجم نے کہا انصاف دینے والوں کی آنکھیں بند ہیں۔ دو سال سے انصاف نہیں ملا۔ جنرل راحیل شریف صاحب 14 لاشیں انصاف کی منتظر ہیں۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کا کیس نیشنل ایکشن پلان کے تحت بننے والی انسداد دہشت گردی کی فوجی عدالت میں چلایا جائے۔

پاکستان عوامی تحریک کوئٹہ کے صدر میر بختیار رند اور دیگر مقررین نے دھرنے کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے قصاص، حکمرانوں کے احتساب اور استحصالی نظام سے نجات تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ڈاکٹر طاہرالقادری 20 کروڑ عوام کے حقوق کی جنگ لڑ رہے ہیں اور ہم اس جنگ میں ڈاکٹر طاہرالقادری کے ساتھ ہیں۔

۶۔ 3 ستمبر 2016ء۔۔۔ راولپنڈی: قصاص مارچ

قصاص اور سالمیت پاکستان تحریک کے پہلے فیز کے آخری مرحلہ میں راولپنڈی میں 3 ستمبر 2016ء کو قصاص اور سالمیت پاکستان مارچ ہوا۔ لاکھوں شرکا نے لیاقت باغ سے چاندنی چوک تک ریلی نکالی۔ اس احتجاجی مظاہرہ اور دھرنے میں قائد انقلاب ڈاکٹر طاہرالقادری نے بنفسِ نفیس شرکت کی۔ اس موقع پر انہوں نے شریف خاندان کی ملک دشمن سرگرمیوں سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ حکمران خاندان ملک دشمن اور بھارتی ایجنٹ ہیں۔ جنہوں نے ملک دشمنوں کو اپنے پروں میں چھپا رکھا ہے۔ صرف ایک کلبھوشن ہی نہیں بلکہ 300 سے زائد بھارتی ایجنٹ پاکستان آئے۔ یہ بھارتی شہری نواز شریف کی شوگر ملوں میں آکر رہتے ہیں۔ جن کو ٹیکنیکل اور مکینیکل انجینئرز کے ویزے دیئے جاتے ہیں۔ ان بھارتی ایجنٹوں کو واہگہ بارڈر سے پنجاب حکومت سرکاری پروٹوکول دیتی ہے۔ کسی ادارے کو ان کے پاسپورٹ اور نہ ہی ان کا سامان چیک کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ ان کے پاسپورٹ نمبر سمیت دیگر معلومات بھی ہمارے پاس موجود ہیں۔ اب ریاستی

اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ انہیں چیک کریں۔

قومی اسمبلی میں نواز شریف کے بعض اتحادی بھی دشمن ملک کے ایجنٹ ہیں، جو ہمسایہ دشمن ملک کی ایجنسی کے پے رول پر کام کرتے ہیں۔ کوئٹہ سے تعلق رکھنے والا یہ شخص نواز شریف کا اتحادی جو پاک فوج اور پاکستان کی قومی سلامتی پر بھی برستا رہتا ہے۔ پاکستان کی وزارت داخلہ نے سیکرٹری وزارت خارجہ اور بلوچستان کے ہوم سیکرٹری کو اپنے سرکاری لیٹر میں لکھا کہ یہ شخص ہمسایہ ملک کی ایجنسی کے لیے کام کرتا ہے، اس شخص کو ایک ٹرانزیکشن میں دس لاکھ ڈالر ملے ہیں۔ اس طرح کی اور کئی ٹرانزیکشن ہونگی۔ کیا پاکستان کے قومی اداروں کی ذمہ داری نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کا محاسبہ کیا جائے اور ان کی گرفت کی جائے۔ سوال کرتا ہوں کہ نواز شریف کی ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہونے کی گرفت کون کرے گا۔ پاکستان کی سلامتی کا تحفظ ملکی اداروں سمیت پوری قوم کی ذمہ داری ہے۔ متعلقہ ادارے چاہیں تو ہم سے ثبوت لیکر تحقیقات کر سکتے ہیں۔

ہم سانحہ ماڈل ٹاؤن کے حوالے سے پاک فوج سے بھیک نہیں مانگ رہے بلکہ آرمی چیف نے انصاف دلانے کا جو وعدہ کیا تھا، اس کو وہ پورا کریں۔ آرمی چیف کی مدت ملازمت میں ماڈل ٹاون کے شہدا کو انصاف نہ ملا تو انہیں اللہ کی عدالت میں جواب دینا ہوگا۔

شہدا کے لواحقین تو دور کی بات ان کا ادنی سا کارکن بھی ماڈل ٹاون کے شہیدوں کے خون سے بیوفائی نہیں کر سکتا۔ اس لیے ہم قصاص لیے بغیر قاتلوں کی جان نہیں چھوڑیں گے۔ نواز شریف اور شہباز شریف دونوں بھائیوں کو پھانسی پر لٹکنا ہوگا۔

پاکستان کے وزیراعظم نے ملکی سلامتی کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہا تو نواز شہباز دونوں بھائی پاکستان کی ایٹمی ٹیکنالوجی بھی بیچ دیں گے۔ پاک فوج کو پنجاب پولیس میں بدلنا ان کا اگلا ہدف ہے۔ ملک کی معاشی بدحالی کا یہ عالم ہے کہ پاکستان آج 25 ہزار ارب روپے کا مقروض جبکہ سوا پانچ ارب روپے کے نوٹ روزانہ چھاپے جا رہے ہیں۔

اس موقع پر اپنے کارکنان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ ان کارکنان کے عزم و حوصلہ کی خاطر خود قصاص اور سلامت پاکستان مارچ کی قیادت کے لیے میں خود راولپنڈی آیا۔ راولپنڈی میں عوام کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر نے آج 23 دسمبر 2012ء کے مینار پاکستان جلسہ کی یاد تازہ کر دی ہے۔ کارکن ہی میرا عظیم سرمایہ ہیں۔ ہماری اس تحریک کا پہلا راؤنڈ مکمل ہو گیا۔ بقیہ 2 راؤنڈ ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ ان کے بارے میں ہم خود جگہ اور وقت کا تعین کرتے ہوئے فیصلہ کریں گے۔

☆ قصاص اور سلامت پاکستان مارچ سے سربراہ عوامی مسلم لیگ شیخ رشید احمد، سنی اتحاد کونسل کے چیئرمین صاحبزادہ حامد رضا، جمعیت علمائے پاکستان نورانی گروپ کے صدر صاحبزادہ ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر اور پاکستان عوامی تحریک کے سیکرٹری جنرل خرم نواز گنڈا پور نے بھی خطابات کیے اور شہداء ماڈل ٹاؤن کے انصاف کا مطالبہ کیا۔

محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، صدر پاکستان عوامی تحریک شمالی پنجاب بریگیڈیئر (ر) محمد مشتاق، پاکستان تحریک انصاف، مجلس وحدۃ المسلمین اور دیگر جماعتوں کے قائدین بھی سٹیج پر موجود تھے۔

قصاص اور سلامت پاکستان تحریک کے ضمن میں درج ذیل شہروں اور مقامات پر احتجاجی مظاہرے اور دھرنے دیئے گئے:

۱۔ لاہور، ۲۔ گوجرانوالہ، ۳۔ ڈی جی خان، ۴۔ ملتان، ۵۔ کراچی، ۶۔ کوئٹہ، ۷۔ راولپنڈی، ۸۔ راجن پور، ۹۔ مظفر گڑھ، ۱۰۔ لیہ، ۱۱۔ کوٹ چھٹہ، ۱۲۔ روجھان، ۱۳۔ فاضل پور، ۱۴۔ چوک قریشی، ۱۵۔ علی پور، ۱۶۔ جتوئی، ۱۷۔ کروڑ لعل عیسن، ۱۸۔ چوک اعظم، ۱۹۔ ملتان، ۲۰۔ خانیوال، ۲۱۔ میاں چنوں، ۲۲۔ کبیر والا، ۲۳۔ وہاڑی، ۲۴۔ بورے والا، ۲۵۔ گڑھا موڑ،

۲۶۔ایبٹ آباد، ۲۷۔چکوال، ۲۸۔جہلم، ۲۹۔اٹک، ۳۰۔ہری پور، ۳۱۔حویلیاں، ۳۲۔دینہ، ۳۳۔پنڈدادنخان، ۳۴۔واہ کینٹ، ۳۵۔گوجر خان، ۳۶۔دولتالہ، ۳۷۔پنڈی گھیپ، ۳۸۔فتح جنگ، ۳۹۔حسن ابدال، ۴۰۔اسلام آباد

ضلع فیصل آباد: ۴۱۔ (پی پی 61، ۴۲۔پی پی 62، ۴۳۔پی پی 63، ۴۴۔پی پی 64، ۴۵۔پی پی 65، ۴۶۔پی پی 66، ۴۷۔پی پی 67، ۴۸۔پی پی 68، ۴۹۔پی پی 69، ۵۰۔پی پی 70، ۵۱۔پی پی 71، ۵۲۔پی پی 72)، ۵۳۔چک جھمرہ جڑانوالہ: ۵۴۔(پی پی 52، ۵۵۔بچیانہ (پی پی 53)، ۵۶۔پی پی 54، ۵۷۔پی پی 55، ۵۸۔پی پی 56، ۵۹۔سمندری، ۶۰۔تاندلیانوالہ، ۶۱۔ماموں کانجن، ۶۲۔پی پی 59، ۶۳۔جھنگ، ۶۴۔شورکوٹ کینٹ، ۶۵۔شورکوٹ سٹی، ۶۶۔اٹھارہ ہزاری، ۶۷۔اکڑیانوالا، ۶۸۔موچیوالا، ۶۹۔احمد پور سیال، ۷۰۔ٹوبہ ٹیک سنگھ، ۷۱۔گوجرہ، ۷۲۔کمالیہ پی پی 88، ۷۳۔رجانہ، ۷۴۔سندھیلیانوالی، ۷۵۔پیر محل، ۷۶۔نیا لاہور، ۷۷۔چنیوٹ، ۷۸۔لالیاں، ۷۹۔بھوآنہ، ۸۰۔بہاولپور، ۸۱۔فورٹ عباس، ۸۲۔بہاولنگر + میکلوڈ گنج، ۸۳۔چشتیاں، ۸۴۔ہارون آباد، ۸۵۔رحیم یار خان، ۸۶۔لیاقت پور، ۸۷۔ڈاہرانوالہ، ۸۸۔خانپور، ۸۹۔خوشاب، ۹۰۔قائد آباد، ۹۱۔نوشہرہ، ۹۲۔میانوالی، ۹۳۔پیپلاں، ۹۴۔عیسیٰ خیل، ۹۵۔داؤد خیل، ۹۶۔بھکر، ۹۷۔کلورکوٹ، ۹۸۔حیدر آباد، ۹۹۔سکھر، ۱۰۰۔لاڑکانہ، ۱۰۱۔شہداد پور، ۱۰۲۔مورو، ۱۰۳۔سیون شریف، ۱۰۴۔خیر پور، ۱۰۵۔بان سید آباد، ۱۰۶۔کھپرو، ۱۰۷۔پھولجی سٹی، ۱۰۸۔میہر سٹی، ۱۰۹۔ٹھل، ۱۱۰۔جیکب آباد، ۱۱۱۔میر پور خاص، ۱۱۲۔ڈہرکی، ۱۱۳۔گھوٹکی، ۱۱۴۔آپارو، ۱۱۵۔پشاور، ۱۱۶۔ڈی آئی خان، ۱۱۷۔مانسہری، ۱۱۸۔صحبت پور، ۱۱۹۔ڈیرہ اللہ یار، ۱۲۰۔اوستہ محمد، ۱۲۱۔گلگت، ۱۲۲۔سکردو، ۱۲۳۔شیخوپورہ، ۱۲۴۔نارنگ منڈی، ۱۲۵۔مریدکے، ۱۲۶۔فاروق آباد، ۱۲۷۔مانانوالہ، ۱۲۸۔کوٹ عبدالمالک، ۱۲۹۔عموکے، ۱۳۰۔فیروز والہ، ۱۳۱۔صفدر آباد، ۱۳۲۔گنجانہ نو، ۱۳۳۔خانقاہ ڈوگراں، ۱۳۴۔ننکانہ، ۱۳۵۔سید والہ، ۱۳۶۔شاہ کوٹ، ۱۳۷۔منڈی فیض آباد، ۱۳۸۔سانگلہ ہل، ۱۳۹۔قصور، ۱۴۰۔مصطفیٰ آباد، ۱۴۱۔چونیاں، ۱۴۲۔سرائے مغل، ۱۴۳۔پھولنگر، ۱۴۴۔کوٹ رادھا کشن، ۱۴۵۔کھڈیاں، ۱۴۶۔پتوکی، ۱۴۷۔اوکاڑہ، ۱۴۸۔حجرہ شاہ مقیم، ۱۴۹۔دیپالپور، ۱۵۰۔بصیر پور، ۱۵۱۔رینالہ خورد، ۱۵۲۔حویلی لکھا، ۱۵۳۔پاکپتن:، ۱۵۴۔نور پور، ۱۵۵۔عارف والا، ۱۵۶۔ساہیوال، ۱۵۷۔چیچہ وطنی، ۱۵۸۔کسووال، ۱۵۹۔سرگودھا، ۱۶۰۔کوٹ مومن، ۱۶۱۔بھلوال، ۱۶۲۔ساہیوال، ۱۶۳۔شاہ پور، ۱۶۴۔سلانوالی

ضلع گوجرانوالہ: ۱۶۵۔(پی پی 91، ۱۶۶۔پی پی 92، ۱۶۷۔پی پی 93، ۱۶۸۔پی پی 94، ۱۶۹۔پی پی 95، ۱۷۰۔پی پی 96، ۱۷۱۔پی پی 97، ۱۷۲۔پی پی 98، ۱۷۳۔پی پی 99، ۱۷۴۔نوشہرہ ورکاں، ۱۷۵۔گکھڑ منڈی، ۱۷۶۔کامونکی، ۱۷۷۔وزیرآباد، ۱۷۸۔علی پور چٹھہ

ضلع سیالکوٹ: ۱۷۹۔پی پی 121، ۱۸۰۔پی پی 122، ۱۸۱۔پی پی 123، ۱۸۲۔پی پی 125، ۱۸۳۔پی پی 126، ۱۸۴۔پی پی 127، ۱۸۵۔پی پی 128، ۱۸۶۔پی پی 129، ۱۸۷۔پی پی 130، ۱۸۸۔پی پی 131، ۱۸۹۔نارووال، ۱۹۰۔شکر گڑھ، ۱۹۲۔ظفر وال، ۱۹۳۔حافظ آباد، ۱۹۴۔کالیکی منڈی، ۱۹۵۔پنڈی بھٹیاں، ۱۹۶۔سکھیکی، ۱۹۷۔منڈی بہاؤالدین، ۱۹۸۔پھالیہ، ۱۹۹۔ملکوال، ۲۰۰۔گوجرہ، ۲۰۱۔قادر آباد، ۲۰۲۔گجرات، ۲۰۳۔سرائے عالمگیر، ۲۰۴۔جلالپور جٹاں، ۲۰۵۔کنجاہ، ۲۰۶۔ڈنگہ، ۲۰۷۔لالہ موسیٰ، ۲۰۸۔کڑیاں والہ، ۲۰۹۔کھاریاں، ۲۰۱۔کوٹلہ ارب علی خان

قصاص اور سالمیتِ پاکستان تحریک۔۔۔ملک گیر احتجاجی مظاہرے اور دھرنے

راولپنڈی

ڈیرہ اسماعیل خان

فیصل آباد

پشاور

کوئٹہ

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
LAHORE
OCT-2016
Regd CPL No.41

اہلِ بیتِ اَطہار علیہم السلام اور شہادتِ امام حسین علیہ السلام پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصانیف

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کے علمی و عملی، اخلاقی و روحانی، تعلیمی و سائنسی، فقہی و قانونی، انقلابی اور فکری و عصری موضوعات پر

500 سے زائد کتب دستیاب ہیں